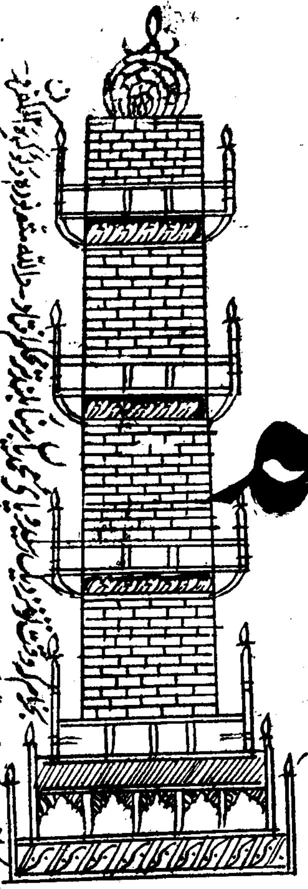


رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

ان [illegible] ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریہ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہادر قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ
(۱) عوام سے پانچ روپیہ صہ (۲) خواص و معاونین سے عنہ
(۳) ہندوستان سے باہر سے ۔ (۴) غیر مذاہب والوں سے ۱۲ر
(۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع ۔ دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے عہ ۱۲ر

فہرست مضامین

نمبر دوم | دار الامان قادیان ۷ - جنوری سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۱۰ - ذیقعدہ سنہ ۲۲ھ ہجری المقدس | جلد ۹

قادیان دار الامان

(از منشی ابو محمد عبد اللہ شریف صاحب تصدیق احمدی)

رشکِ فردوس بریں ہے بوستانِ قادیاں
غیرتِ رضواں نہ ہو کیوں باغبانِ قادیاں
اے صبا دکھلا خدارا گلستانِ قادیاں
بلبلِ دل پڑھ رہی ہے داستانِ قادیاں
ہے بلندی پر جہاں میں عز و شانِ قادیاں
عرش کا ہم مرتبہ ہے آسمانِ قادیاں
دوں جگہ میں تحفۂ جنت کو دل یا چشم میں
جان میں رکھ لوں چھپا کر ارمغانِ قادیاں
بعد ختم ذکر قرآن و حدیث اے واعظو
مجلسوں میں وعظ کیجیو بیانِ قادیاں
سلسبیل و کوثر و تسنیم کا لونگا نہ نام
گر کبھی میں دیکھ لوں نہر روانِ قادیاں
کعبۂ مقصود سمجھوں شوق سے رگڑا کروں
گر میسر ہو جبیں کو آستانِ قادیاں
آوری بخت زبوں میں دیکھنے پایا نہیں
ورنہ یہ سر تھا مرا اور آستانِ قادیاں
قوتِ جان و قوتِ ایماں اگر منظور ہے
جان اور ایمان سے ہو جاں دادِ جانِ قادیاں
آنکھ ہے مشتاق اور قسمت مخالف آنکھ کی
خواب میں یا رب دکھا مجھکو نشانِ قادیاں
شکر للہ جب ظہورِ حضرتِ اقدس ہوا
گر گئے اوندھے زمیں پر سب بتانِ قادیاں
آسماں پر زندہ عیسیٰ کو بتانا خبط ہے
ہے مثیلِ ابن مریم درمیانِ قادیاں
کون ہے عالم جو وہ گرویدۂ احساں نہیں
آج ہر ہر شہر پر ہے امتنانِ قادیاں
دیکھکر زندہ دلی حضرتِ اقدس کو آج
مر گئے غیرت کے مارے دشمنانِ قادیاں
کتنے تھے کافر جو بے تحقیق کل وہ آج سب
شکر للہ ہو گئے ہیں مدح خوانِ قادیاں
صورتِ تصویرِ حیرت میرزا حیرت کو ہے
الحکم میں پڑھ بیانِ بانیانِ قادیاں
کیوں نہ حاصل مجھکو اے تصدیق ہو گا فخر و ناز
ہوں میں اک جاں دادۂ جانِ جہانِ قادیاں

مختصر نوٹ اور نکات

سنت اللہ اسیطرح چلی آتی ہے کہ نبوتوں کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کی خطرناک مخالفت کیجاتی ہے اور کلاب الدنیا ہر طرف سے اپنے اپنے رنگ میں انپر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور اپنے زعم باطل میں سمجھتے ہیں کہ ہم بامراد ہو گئے لیکن جب وہ اپنی کامیابیوں پر خوشیاں منا چکتے ہیں۔ اور خوب شہرت دے چکتے ہیں تو خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ غیب سے ایسے سامان بہم پہونچا دیتا ہے کہ وہی خوشیاں انکے لیئے ماتم بن جاتی ہیں انکی شادی کی محفلیں ماتم کدوں کی صورت اختیار کرتی ہیں یہہ کیوں ہوتا ہے؟ تاکہ دنیا پر ثابت ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ راستبازوں اور متقیوں کا حامی ہے اور آپنے جو فرمایا ہے۔

والعاقبۃ عند ربک للمتقین

یہہ بالکل سچ اور درست ہے۔

مسیح موعود خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے اور اسی طرح آیا ہے جسطرح پر نبوت کے سلسلے قایم ہوتے ہیں اسلیئے ضروری تھا کہ ابتداء میں مخالفوں کا ہجوم اسکے خلاف اسی طرح ہو اور کبھی وہ اپنی خیال اور جھوٹی کامیابیوں پر خوشی کے نعرے بلند کریں اور اپنے ہم فطرتوں کو یہہ گمان کرنے کا موقع دیں کہ بس اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہو چکا۔ لیکن آخر وہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کونسا منصوبہ اسکے خلاف کیا جس میں انجام کار انہیں ندامت اٹھانی نہیں پڑی اور انہوں نے کھلا کھلا تائید حق کا ثبوت نہ پالیا ہو۔ پس سوچنے والے سوچیں اور غور کرنے والے فائدہ اٹھائیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بظاہر ایک خطرناک مقدمہ دائر کیا گیا جس میں آپ کو مالی مشکلات کے ساتھ جہاد کرنا پڑا۔ ایک عرصہ تک اس کی کشمکش رہی سطحی خیال اور زمین دوز نظر کے والے کبھی اسکی عدالت میں بلائے جانے کے طریق پر ہنسی اڑاتے اور کبھی برسر عدالت کھڑے ہونے پر اعتراض کرتے۔ غرض اس درمیانی زمانہ میں کوئی موقع اور محل ان ناقدر شناسوں اور منہاج نبوت سے ناواقفوں نے اعتراض کا نہیں چھوڑا یہانتک کہ انکی جھوٹی خوشی کے لیئے یہہ بھی پیش آیا کہ خدا کے برگزیدہ پر عدالت ابتدائی سے جرمانہ ہو گیا پھر تو انکے شور مچانے اور اچھلنے کودنے کا اچھا خاصہ موقع

احمدیہ کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمان

تقریر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۷ء گذشتہ سے آگے

انہیں چونکہ دعا کا تجربہ نہیں اسکی تاثیرات پر اطلاع نہیں اسلئے اسطرح کہدیتے ہیں ورنہ اگر وہ ایسے ہی متوکل ہیں تو پھر بیمار ہوکر علاج کیوں کرتے ہیں ؟ خطرناک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں تو طبیب کی طرف دوڑے جاتے ہیں بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ چارہ کرنے والے یہی ہوتے ہیں۔

سید احمد خاں بھی دعا کے منکر تھے لیکن جب انکا پیشاب بند ہوا تو دہلی سے معالج ڈاکٹر کو بلایا یہ نہ سمجھ لیا کہ خود بخود ہی پیشاب کھل جاویگا۔ حالانکہ وہی خدا ہے جسکے ملکوت میں ظاہری دنیا ہے جبکہ دوسری اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات نہ ہوں۔ جن میں سے دعا ایک زبردست چیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ کے قضاء و قدر میں سب کچھ ہے مگر کوئی یہ تو بتا دے کہ خدا تعالےٰ نے وہ فہرست کس کو دی ہے۔ جس سے معلوم ہو جاوے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان اسرار پر کوئی فتح نہیں پا سکتا ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قبض سے بیمار ہے تو تربد یا کسٹر آئیل جب اسکو دیا جاوے گا تو اسے اسہال آجاویں گے اور قبض کھل جائیگی کیا یہ اس امر کا بین ثبوت نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے تاثیرات رکھی ہوئی ہیں۔

ہر شخص بڈھے انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسا از خود رفتگی کا زمانہ ہے کوئی بات چشم دید کی طرح سمجھ میں نہیں آتی ہے اسلئے ان لوگوں پر خدا کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے جو ابتدائی زمانہ میں اس زمانہ کے لئے سعی کرتے ہیں اور اس زمانہ میں انکے لئے وہی تقویٰ اور خدا کی بندگی لکھی جاتی ہے۔ غرض آخر وہی ایک زمانہ جو جوانی کے جذبات اور نفس امارہ کی شوخیوں کا زمانہ ہے کچھ کام کرنے کا زمانہ رہ جاتا ہے اسلئے اب سوچنا چاہئے کہ وہ کیا طریق ہے جس کو اختیار کرکے انسان کچھ آخرت کے لئے کما سکے۔

جوانی کا زمانہ کیسے مفید ہو؟

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امارہ نے اسکو ردی کیا ہوا ہے لیکن کار آمد ایام ہیں تو یہی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف بہت جھکا کرتا ہے اسکی اس شوخی کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے نرا زہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کار آمد نہیں ہوتا جب تک خدا تعالےٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں۔ تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور تقویٰ و طہارت کے حصول کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لئے اللہ نے دی ہے۔

اول تدبیر کرو

اس مقصد کے حاصل کرنیکے واسطے (جیسا کہ میں پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں) اول ضروری ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نڈالے۔ ورنہ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ جو شخص دیدہ و دانستہ بد راہ اختیار کرتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے اور زہر کھاتا ہے وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔ ایسا شخص نہ دنیا کے نزدیک اور نہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل رحم ٹھہر سکتا ہے۔ اسلئے یہ ضروری اور بہت ہی ضروری ہے خصوصاً ہماری جماعت کے لئے (جسکو اللہ تعالےٰ نے نمونہ کے طور پر انتخاب کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آنیوالی نسلوں کے لئے ایک نمونہ ٹھہرے۔) کہ جہانتک ممکن ہے بد صحبتوں اور بد عادتوں سے پرہیز کریں۔ اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہانتک تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہئے۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہئے۔

یاد رکھو تدبیر بھی ایک مخفی عبادت ہے اسکو حقیر مت سمجھو اسی سے وہ راہ کھل جاتی ہے جو بدیوں سے نجات پانے کی راہ ہے جو لوگ بدیوں سے بچنے کی تجویز اور تدبیر نہیں کرتے ہیں وہ گویا بدیوں پر راضی ہو جاتے ہیں اور اسطرح پر خدا تعالےٰ انسے الگ ہو جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جب انسان نفس امارہ کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باوجود بھی تدبیروں میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اسکا نفس امارہ خدا تعالےٰ کے نزدیک لوامہ ہو جاتا ہے اور اسی قابل ہو جاتا ہے کہ تبدیلی پا لیتا ہے کہ یا تو وہ امارہ تھا جو لعنت کے قابل تھا اور یا تدبیر اور تجویز کرنے سے وہی قابل لعنت نفس امارہ لوامہ ہو جاتا ہے۔ جسکو یہ شرف حاصل ہے کہ خدا تعالےٰ نے بھی اس کی قسم کھائی ہے۔ یہ کوئی چھوٹا شرف نہیں ہے۔ پس حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حاصل کرنے کے واسطے اول یہ ضروری شرط ہے کہ جہانتک بس چلے اور ممکن ہو تدبیر کرو۔ اور بدی سے بچنے کی کوشش کرو۔ بد عادتوں اور بد صحبتوں کو ترک کرو۔ ان مقامات کو چھوڑ دو جو اس قسم کی تحریک کا موجب ہو سکیں جسقدر دنیا میں تدبیر کی راہ کھلی ہے۔ اسقدر کوشش کرو۔ اور اس سے نہ تھکو نہ ہٹو۔

دوسرا طریق دعا ہے

دوسرا طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور خاتمہ بالخیر کے لئے جو خدا تعالےٰ نے سکھایا ہے۔ وہ دعا ہے۔

اسی طرح پر اور تدابیر کرنے والے ہیں مثلاً زراعت کرنے والے اور یہی معالجات کرنے والے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان تدابیر کی وجہ سے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور اشیاء میں مختلف اثر دیکھے ہیں۔ پھر جب کہ ان چیزوں میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ دعاؤں میں جو وہ بھی مخفی اسباب اور تدابیر ہیں اثر نہ ہوں ؟ اثر ہیں اور ضرور ہیں لیکن تھوڑے لوگ ہیں جو ان تاثیرات کو واقف اور آشنا ہیں اسلئے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ چونکہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں جو اس نقطہ سے جہاں دعا اثر کرتی ہے۔ دور رہ جاتے ہیں اور وہ تھک کر دعا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور خود ہی یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کہ دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو انکی اپنی غلطی اور کمزوری ہے جب تک کافی وزن نہ ہو خواہ زہر ہو یا تریاق اسکا اثر نہیں ہوتا۔ کسی کو بھوک لگی ہوئی ہو اور وہ چاہے کہ ایک دانہ سے پیٹ بھر لے یا تولہ بھر غذا کھالے تو کیا ہو سکتا ہے کہ وہ سیر ہو جاوے کبھی نہیں اسیطرح جسکو پیاس لگی ہوئی ہے ایک قطرہ پانی سے اسکی پیاس کب بجھ سکتی ہے۔ بلکہ سیر ہونے کے لئے چاہئے کہ وہ کافی غذا کھاوے اور پیاس بجھانے کے واسطے لازم ہے کہ کافی پانی پیوے تب جاکر اسکی تسلی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح پر دعا کرتے وقت بیدلی اور گھبراہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ بلکہ اسوقت تک ہٹنا نہیں چاہئے جب تک دعا اپنا پورا اثر نہ دکھائے۔ جو لوگ تھک جاتے اور گھبرا جاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ یہ محروم رہجانے کی نشانی ہے۔ میرے نزدیک دعا بہت عمدہ چیز ہے اور میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں خیالی بات نہیں جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالےٰ دعا کے ذریعہ اسے آسان کر دیتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے۔ بیماری سے شفا اسکے ذریعہ ملتی ہے۔ دنیا کی تنگیاں مشکلات اس سے دور ہوتی ہیں دشمنوں کے منصوبے سے یہ بچا لیتی ہے اور وہ کیا چیز ہے جو دعا سے حاصل نہیں ہوتی ؟ سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کو پاک یہ کرتی ہے اور خدا تعالےٰ پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔ گناہ سے نجات دیتی ہے۔ اور نیکیوں پر استقامت اسکے ذریعہ سے آتی ہے۔ بڑا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جسکو دعا پر ایمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے اور اور خدا تعالےٰ کو دیکھکر ایمان لاتا ہے کہ وہ قادر کریم خدا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے شروع قرآن ہی میں دعا سکھائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی عظیم الشان اور ضروری چیز ہے اسکے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمن۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین اس میں اللہ تعالےٰ کی چار صفات کو جو ام الصفات ہیں بیان فرمایا ہے۔ رب العالمین ظاہر کرتا ہے کہ وہ ذرہ ذرہ کی ربوبیت کرتا ہے۔ عالم اسے کہتے ہیں جسکی خبر مل سکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جسکی ربوبیت نہ کرتا ہو۔ ارواح۔ اجسام وغیرہ سب کی ربوبیت کر رہا ہے وہی ہے جو ہر ایک چیز کے حسب حال اسکی پرورش کرتا ہے جہاں جسم کی پرورش فرماتا ہے وہاں روح کی سیری اور تسلی کے لئے معارف اور حقائق وہی عطا فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ وہ رحمان ہے یعنی اعمال سے بھی پیشتر اس کی رحمتیں موجود ہیں۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی زمین۔ چاند سورج۔ ہوا۔ پانی وغیرہ جسقدر اشیاء انسان کے لئے ضروری ہیں موجود ہوتی ہیں اور پھر وہ اللہ رحیم ہے۔ یعنی کسی کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتا بلکہ پاداش عمل دیتا ہے پھر مالک یوم الدین ہے یعنی جزا دہی

دیتا ہے اور وہی یوم الجزا کا مالک ہے - ہفدر صفات اللہ کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے - جب انسان اللہ تعالے کی ہستی اور ان صفات پر ایمان لاتا ہے تو خواہ مخواہ روح میں ایک جوش اور تحریک ہوتی ہے اور دعا کے لئے اللہ تعالے کی طرف جھکتی ہے اسلئے اسکے بعد **اھدنا الصراط المستقیم** کی ہدایت فرمائی -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے کی تجلیات اور رحمتوں کے ظہور کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اسلئے اسپر ہمیشہ کمر بستہ رہو اور کبھی مت تھکو - غرض اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے - اس میں جسقدر توکل اور یقین اللہ تعالے پر کریگا اور اس راہ میں نہ تھکنے والا قدم رکھیگا - اسیقدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملینگے تمام مشکلات دور ہو جائیں گی - اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلےٰ محل پر پہونچ جاوے گا - یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالے کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا - نفسانی جذبات پر محض خدا تعالے کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے - اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے - اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے -

میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور خصوصاً ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بے قدری نہیں کرنی چاہئیے کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہئیے - اور دوسرے مذاہب کے آگے تو دعا کے لئے گندے پتھر پڑے ہوئے ہیں اور وہ توجہ نہیں کر سکتے - میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ایک عیسائی جو خون مسیح پر ایمان لا کر سارے گناہوں کو معاف شدہ سمجھتا ہے اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دعا کرتا رہے - اور ایک ہندو جو یقین کرتا ہے کہ توبہ قبول ہی نہیں ہوتی اور تناسخ کے چکر سے رہائی ہی نہیں ہے وہ کیوں دعا کے واسطے ٹکریں مارتا رہے گا - وہ تو یقیناً سمجھتا ہے کہ کتے بلے بندر سور بننے سے چارہ ہی نہیں ہے - اسلئے یاد رکھو کہ یہ اسلام کا فخر اور ناز ہے کہ اسمیں دعا کی تعلیم ہے - اس میں کبھی سستی نہ کرو - اور نہ اس سے تھکو -

پھر دعا خدا تعالے کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے چنانچہ خدا تعالے ایک جگہ فرماتا ہے -

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان - یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اسکا کیا ثبوت ہے تو کہدو کہ وہ بہت ہی قریب ہے - اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اسکو جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رویا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالے کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے - اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے - جبکہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے - اور قرآن شریف میں جا بجا اسکی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنے مشکلات سے نجات پائی - انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور انکی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے - پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو - دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہو گی جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاویگا -

تیسرا پہلو صحبت صادقین ہے

تیسرا پہلو جو قرآن سے ثابت ہے وہ صحبت صادقین ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے **کونوا مع الصادقین** یعنی صادقوں کے ساتھ رہو صادقوں کی صحبت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے - انکا نور صدق و استقلال دوسروں پر اثر ڈالتا ہے اور ان کی کمزوریوں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے - یہ تین ذریعے ہیں جو ایمان کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسے طاقت دیتے ہیں - اور جب تک ان ذرائع سے انسان فائدہ نہیں اٹھاتا اوسوقت تک اندیشہ رہتا ہے کہ شیطان اسپر حملہ کر کے اسکی متاع ایمان کو چھین نہ لے جاوے اسی لئے بہت بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ مضبوطی کیساتھ اپنے قدم کو رکھا جاوے اور ہر طرح سے شیطانی حملوں سے احتیاط کی جاوے - جو شخص ان تینوں ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح نہیں کرتا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اتفاقی حملے سے نقصان اٹھاوے -

دفع شر و کسب خیر

لیکن یہہ بات یاد رکھو کہ کتابوں میں جب لکھا جاتا ہے کہ بدیاں چھوڑ دو اور نیکیاں کرو - تو بعض آدمی اتنا ہی سمجھ لیتے ہیں کہ نیکیوں کا کمال اسی قدر ہے کہ جو مشہور بدیاں ہیں مثلاً چوری - زنا - غیبت - بد دیانتی - بدنظری وغیرہ موٹی موٹی بدیوں سے بچتے ہیں تو اپنے آپ کو سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے نیکی کے تمام مدارج حاصل کر لئے ہیں اور ہم بھی کچھہ ہو گئے ہیں حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جاوے - تو یہ کچھہ بھی چیز نہیں ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو چوری نہیں کرتے ہیں - بہت سے ایسے ہیں جو ڈاکے نہیں مارتے یا خون نہیں کرتے یا بدنظری یا بدکاری کی بدعادتوں میں مبتلا نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ اسے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ترک ... کیا ہے خواہ وہ عدم قدرت ہی کیوجہ سے ہو - قرآن شریف صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ انسان ترک شر کر کے سمجھ لے کہ بس اب میں صاحب کمال ہو گیا - بلکہ وہ تو انسان کو اعلےٰ درجہ کے کمالات اور اخلاق فاضلہ سے متصف کرنا چاہتا ہے اور اُس سے ایسے اعمال و افعال سرزد ہوں جو بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی پر مشتمل ہوں اور ان کا نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالے اس سے راضی ہو جاوے - میں اس بات کو بار بار کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اپنی ترقی اور کمال روحانی کی یہی انتہا نہ سمجھ لے کہ میں نے ترک بدی کی ہے صرف ترک بدی نیکی کے کامل مفہوم اور منشاء کو اپنے اندر نہیں رکھتی - بار بار ایسا تصور کرنا کہ میں نے خون نہیں کیا خوبی کی بات نہیں کیونکہ خون کرنا ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے - یا یہ کہنا کہ زنا نہیں کیا کیونکہ زنا کرنا تو کنجروں کا کام ہے نہ کہ کسی شریف انسان کا - ایسی بدیوں سے پرہیز زیادہ سے زیادہ انسان کو بدمعاشوں کے طبقے سے خارج کر دیگا - اور اس سے زیادہ کچھہ نہیں مگر وہ جماعت (جس کا ذکر اللہ تعالے نے قرآن شریف میں کیا ہے کہ انہوں نے ایسے اعمال صالحہ کئے کہ خدا تعالے ان سے راضی ہو گیا - اور وہ خدا تعالے سے راضی ہو گئے) صرف ترک بدی ہی سے نہ بنی تھی - انہوں نے اپنی زندگیوں کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہیچ سمجھا خدا کی مخلوق کو نفع پہونچانے کے واسطے اپنے آرام و آسایش کو ترک کر دیا - تب جاکر وہ ان مدارج اور مراتب پر پہونچے کہ آواز آگئی **رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ** -

مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسوقت مسلمانوں کی یہہ حالت ہو رہی ہے کہ کسب خیر تو بڑی بات ہے اور وہی اصل مقصد ہے لیکن وہ تو ترک بدی میں بھی سست نظر آتے ہیں - اور اون کاموں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ جو صلحا کے کام ہیں - پس تمہیں چاہئیے کہ تم ایک ہی بات اپنے لئے کافی نہ سمجھ لو - ہاں اول بدیوں سے پرہیز کرو - اور پھر ان کی بجائے نیکیوں کے حاصل کرنے کے واسطے سعی اور مجاہدہ سے کام لو اور پھر خدا تعالے کی توفیق اور اس کا فضل دعا سے مانگو - جب تک انسان ان دونوں صفات سے متصف نہیں ہوتا یعنی بدیاں چھوڑ کر نیکیاں حاصل نہیں کرتا وہ اسوقت تک مومن نہیں کہلا سکتا مومن کامل ہی کی تعریف میں تو انعمت علیہم فرمایا گیا ہے - اب غور کرو کیا اتنا ہی انعام تھا کہ وہ چوری چکاری رہزنی نہیں کرتے تھے یا اس سے کچھہ بڑھ کر مراد ہے -؟ نہیں **انعمت علیہم** میں تو وہ اعلےٰ درجہ کے انعامات رکھے گئے ہیں جو مخاطبہ اور مکالمہ الہیہ کہلاتے ہیں

(باقی آئندہ)

اطلاع

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزت و احترام کے ساتھ بری ٹھہرائے جانے پر جن احباب نے مبارکباد تار اور خطوط اعلےٰ حضرت کی خدمت عالیہ میں ارسال فرمائے ہیں اعلےٰ حضرت نے ان تمام خطوط اور تاروں کو خوشی سے پڑھا ہے خصوصاً اس لئے کہ وہ اللہ تعالے کے ایک جلیل القدر نشان کے پورا ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور مخلصین و مومنین کے ازدیاد ایمان کا باعث ہیں -

میں اس عظیم الشان نشان کے متعلق الحکم میں انشاء اللہ ایک معنی خیز سلسلہ مضامین کا خدا کے فضل و کرم سے تائید پا کر شروع کرونگا - آج تیمناً و تفاؤلاً حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ کا مضمون شائع کرتا ہوں -

احباب میرے لئے دعا کریں کہ میں خدا تعالےٰ کے اس جلیل الشان نشان کو اس کی شان اور حیثیت کے رنگ میں دکھلانے کی توفیق پا سکوں -

(ایڈیٹر)

زندہ قرآن کس قوم کے ہاتھ میں ہے اور اُسکی بابرکت آیتوں سے آج کون لطف لے رہا ہے

یہ موٹی بات نہیں بڑی بھاری بات ہے کہ قرآن دنیا میں ہی ایک زندہ جاوید کتاب ہے۔ جبکہ تمام پہلی کتابیں صورت اور سیرت دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے مر چکی ہیں اور قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جو دونوں جہتوں سے اب تک زندہ اور بابرکت کلام ہے اور قیامت تک اسیطرح رہیگا۔ اس صورت میں لاریب یہ بڑی بھاری بات ہے اور اپنے بیگانہ سب کی غور کے قابل ہے۔ خود قرآن کریم نے یہ دعوی کیا ہے اور جابجا اور مختلف الفاظ میں دعوی کیا ہے کہ وہ اُس درخت کی مانند ہے جس کا میوہ دائمی اور ابدی ہے اور اسکی زمین سرسبز رہیگی اور اسکی صورت و معنی میں کبھی تغیر نہیں آئے گا +

ان امور کو مدنظر رکھکر اسوقت قابل التفات یہ بات ہے کہ آج روئے زمین پر وہ کونسی قوم ہے جس کے دست و زبان سے قرآن کریم کے ان دعووں کا ثبوت ظاہر ہو رہا ہے اور اس یگانہ فخر میں کوئی دوسری قوم ان کے شریک نہیں + اس دعوی کے ثبوت میں میں ایک **تازہ آپ بیتی بات** سناتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے دل و دماغ سے مناسبت رکھنے والے بہت سے لوگ اس سے مستفید اور مسرور ہوں گے +

چھ تاریخ کو امرتسر میں ڈیویزنل جج کی کورٹ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کا اپیل منظور ہوا اس سے سب لوگ واقف ہیں تیسرے دن دس بجے کے قریب جبکہ میں بیت الفضل میں بیٹھا ہوا تھا مجھے یہ خبر ملی۔ سنتے ہی میں بے اختیار سجدہ میں گرا اور بے انتہا خشوع و خضوع اور لذت سے رب کریم کی تسبیح و تحمید کرتا رہا۔ سجدہ سے فارغ ہوا تو گھر کی ایک لڑکی کی زبان سے جو قرآن پڑھ رہی تھی یہ آیت کان میں پڑی **ان الذین اوتوا العلم من قبله اذا یتلی علیهم یخرون للاذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا**۔ یعنی جن لوگوں کو واقعات کے وقوع سے قبل ان پیشگوئیوں کا علم دیا گیا ہے جب انپر قرآن پڑھا جاتا ہے یعنی ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا انھیں سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے رب کے لیے پاکیزگی ہے (یعنی وہ پاک اور برتر ہے اس سے کہ اُسکے منہ کی باتیں پوری نہ ہوں بلکہ ضروری ہے کہ اُس کی تمام قبل از وقت بتائی ہوئی باتیں پوری ہوں اس لیے کہ وہ ہمارا رب ہے اور ہماری تربیت اور تہذیب اخلاق اور تقویت ایمان کے لیے ازبس ضروری ہے کہ رسول کی زبان سے پر تحدی پیشگوئیاں کی جائیں اور وہ اپنے وقتوں پر پوری ہوں) یقیناً ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا ہے۔ اس آیت کو سنکر دوبارہ نئے جوش اور پر زور جوش سے بھر کر میں سجدہ میں گرا۔ فراغت کے بعد عالم ذوق میں کیا کیا عجیب نظارے میرے سامنے آئے حق یہ ہے کہ میں قلم کو ان کے لکھنے پر اور زبان کو بیان کرنے پر قادر نہیں پاتا۔ منجملہ ان وجدانیات کے جو میری روح کو سرشار کر رہی تھیں ایک یہ بات میرے سامنے آئی اور پر زور سوال بنکر میرے قلب سے میری زبان پر وارد ہوئی کہ ان حرکات کی جو اسوقت مجھ سے سرزد ہوئی ہیں اصل جڑ کیا ہے اور اس بے انتہا خوشی کا راز اور موجب کیا ہے۔ کیا یہ ہے کہ ایک شخص

مرزا غلام احمد قادیانی

اور وہ برلاس مغلوں میں سے ایک مغل ہے اُسکے اپیل کے منظور ہو جانے کی وجہ سے یہ ساری خوشی ہے۔ معمولاً مقدمات و نزاعات جاری رہتے ہیں کوئی ہارتا ہے کوئی جیتتا ہے اپیل منظور بھی ہوتے ہیں خارج بھی ہوتے ہیں ایک یہ بھی منظور ہو گیا انوکھی بات ہیں کیا ہے جس سے اس قدر بیحد خوشی کی جائے اور سجدہ میں گریہ اور فروتنی دلپر غالب آجائے اس سوال کا بے تکلف اور صاف جواب تھا کہ یہ تمام باتیں اس لیے ہیں کہ خدا تعالے کی پیش از وقت بتائی ہوئی باتیں پوری ہوئیں اور اُسی آن بان اور شان و شوکت سے پوری ہوئیں جسطرح اُسوقت پوری ہوئیں تھیں جبکہ ایک خدا بیں قوم نے وقوع کی خوشی میں سجدہ اور بکا کے اظہار سے خدا تعالے کی وہ گواہی اپنے حق میں لی جو آیت مذکورہ بالا میں ہے۔

اس وجدان کے ساتھ میرے دل میں آیا اور لازماً آنا چاہیے تھا کہ اسوقت احمدیوں کے سوا اور کون ہیں جو زندہ خدا کے **زندہ نشان** دیکھیں اور تشکر کے جوش سے تواجد کی حالت اُنپر طاری ہو اور سجدہ میں گریہ اور خشوع و بکا کا استیلاء اُن کے دلوں پر ہو۔ اور سجدوں میں پھوٹ پھوٹ کر روئیں اور یہ کہیں **ان کان وعد ربنا لمفعولا**۔ آج ہمارے رب کا وعدہ (پیشگوئی) قطعی طور پر پورا ہوا۔ سلسلۂ واقعات میں جو نظام عالم کے مضبوط قواعد اور مرتبط قوانین کے موافق ہمیشہ جاری رہتا ہے وہ واقعات بھی محض معمولی نظر آتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی سوانح میں خدا تعالیٰ کی زبردست باتیں اور وعدے کہلاتے ہیں اگر سرسری نگاہ اُنپر ڈالی جائے۔ لیکن جب اُن کے پیش و پس کو غور سے دیکھا جائے تو وہ خدا نمائی کا ایک ہی مصفا آئینہ ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ آنکھوں کے سامنے رکھلو۔ سرسری طور پر چند لفظوں میں قصہ تمام ہو جاتا ہے اسطرح پر کہ ایک شخص دریا سے بچکر نکل گیا خواہ کسیطرح نکل گیا۔ دوسرا لشکر سمیت ڈوب گیا۔ ایسے واقعات آئے دن ہوا کرتے ہیں۔ ہزاروں جہاز سمندر کی چھاتیوں کو چیرنے کے لیے قسمت آزمائی کرتے ہیں۔ کچھ ڈوب جاتے ہیں کچھ بچکر نکلتے ہیں۔ پھر یہ ایک نبی کا معجزہ کیا اور خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب میں بڑے فخر سے نبی کریم کی علامت نبوۃ کے اثبات میں اس کا ذکر کیا۔ اس امر کے لیے اس تحدی آمیز پر شوکت دعوی کو غور سے دیکھنا چاہیے جو ایک ناتوان بے سامان انسان کے منہ سے ایک باسامان پر قوت شخص کے سامنے نکلا جبکہ اُسنے ایسے عرش جبروت کے سامنے کھڑے ہو کر ایسی حالت میں کہ عادتاً ضعیف اور بے بھروسہ انسان خشک ہو کر رہ جاتا ہے کس لانظیر اور لاتذبذب قوت اور نہ تھرتھرانے والی زبان سے کہا **انا رسولا ربك ان ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم قد جئنك بایة من ربك والسلام علی من اتبع الهدی انا قد اوحی الینا ان العذاب علی من کذب وتولی**۔ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں اور اسکی طرف سے پیغام یہ لائے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر دے اور انکو عذاب نہ دے ہم تیرے رب کی طرف سے اپنی سچائی پر بڑا بھاری نشان لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آج سلامتی اُسی کے لیے ہے جو خدا کی باتوں پر چلنے والا ہے ہم کو خدا تعالیٰ نے صاف صاف کہا ہے ہمارے اس پیغام کی تکذیب کرنیوالا اور اسکی تعمیل سے منہ پھیرنے والا سزا پائیگا +

اب ایکطرف تو ان الفاظ کی شوکت اور زور میں غور کرنی چاہیے دوسری طرف یہ سوچنا چاہیے کہ اس دعوے کے وقت ہر قسم کے مادی پہلو کے لحاظ سے کون ان دو شخصوں میں سے زیادہ محفوظ تھا یا آیندہ سلامتی کے اسباب پیدا کر سکتا تھا۔ کیا اس دھمکی کے وقت حضرت موسیٰ کے دل میں یہ خیال جاگزین تھا کہ وہ کسی آئندہ وقت میں فوج بہم پہنچا کر فرعون پر چڑھائی کرینگے اور اپنے منہ کی باتوں کو پورا کرینگے۔ یا موقعہ پاکر خفیہ اُس کا کام تمام کر دیں گے۔ اور کیا ان تمام باتوں سے کوئی بات آخر کار وقوع میں آئی۔ کیا فرعون معمولاً حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے مارا گیا یا حضرت موسیٰ کی کوئی قوت اُس کے ہلاک کرنے میں کارگر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ ایسی کوئی بات واقع نہیں ہوئی ورنہ ممکن تھا کہ یہ زبردست پیشگوئی ایک نادان کے نزدیک معرض اشتباہ میں پڑ جاتی۔ پھر کیا اُسوقت جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوق العادت قوت اور تحدی سے یہ دعوی کر رہے تھے یہ سمجھتے تھے اور اسپر یقین رکھتے تھے کہ ایک عرصہ کے بعد وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر بھاگیں گے اور فرعون تعاقب کرے گا۔ آخر دریا سے وہ بچکر پار اُتر جائیں گے اور فرعون ڈوب جائے گا۔ ایسا خیال بھی محض بے بنیاد ہے۔ پھر غور کرو کہ یہ دعوی کس طاقت اور قوت کے چشمہ سے پھوٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ اُس قادر قاہر علیم خبیر ہستی کے منہ کی باتیں ہیں جسے آنے والے واقعات اور دونوں کے انجام کا علم تھا۔

غرض نرا ڈوب جانا اور بچ جانا کوئی قابل توجہ امر نہیں۔ دیکھنے کے قابل وہ پرزور الفاظ ہیں جو قبل از وقت کہے گئے ہیں۔

اسیطرح ہماری نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام فتوحات فتح بدر اور فتح مکہ اور دیگر تمام فتوحات ہیں جو واقعات عالم کے نظام جاری کے مطابق ہیں۔ اور درحقیقت یہ واقعہ حضرت موسیٰ اور فرعون کا بھی ہمارے نبی کریم اور آپکے مخالفوں کے انجام کی پیشگوئی ہے۔ یہ سب واقعات معمولی نگاہ میں عرفی لڑائیاں ہیں۔ دونوں طرف سے اسیطرح جنگی جوان ایک دوسرے کے مقابل نکلے جسطرح

عادتاً نکلا کرتے ہیں۔ آخر ایک فریق کامیاب ہوا دوسرا ناکام رہا۔ یہی کامیابیاں ہیں جنھیں خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب میں عظیم الشان آیات کہا گیا ہے۔ ان ہی کو حزب اللہ اور حزب الشیطان یا اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان میں امر فارق کہا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت۔ ولایت کفالت اور تائید کے الفاظ ان ہی نتیجوں پر بولے گئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ظفر اور نصرت کس لحاظ سے معجزہ یا آیت یا علامۃ النبوۃ ہے۔ کیا اُس معمولی نتیجہ کی حیثیت سے جو انسانی طبقات میں سے ہر طبقہ کے اعمال کے نتائج سے یکساں مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا صاف جواب یہی ہے کہ قبل از وقت وعدہ اور پیشگوئی کے لحاظ سے اُسے خدائے قادر قاہر کے مُنہ کی بات اور آیت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کی یہ فتح ہے جو آج حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی۔ اور اسی طرح یہ فتح ظفر اور نصرت اور تائید الٰہی کا ثبوت۔ آیت النبوۃ اور فارق الٰہی ٹھہر درمیان اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان کے۔ اگر مسلمان کہلانے والوں میں خدا شناسی اور خدا ترسی کا کوئی کرشمہ باقی رہ گیا ہے تو اس قضیہ کے مقدمات اور لوازم اور قبل از وقت اسکی نسبت پیشگوئیوں میں اسی طرح یکجائی طور پر غور اور تدبر کریں جسطرح خدا تعالیٰ کی کتاب کے واقعات میں کی جاتی ہے پھر دیکھیں اور ہمیں بتائیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات نصرت و ظفر میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید الٰہی کے واقعات میں کیا فرق ہے۔

کیا خدا تعالیٰ کا مسیح حضرت موسیٰ اور اپنے مقتدا و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیطرح محض بے سامان اور ناتوان نہ تھا۔ اور کیا بالمقابل طاقتوں اور نخوتوں اور شرارتوں اور ہر طرح کے سامانوں کے مجموعے نہیں تھے۔ کیا خدا تعالیٰ کے بودہ کی بیخکنی کے لیے متفق اور منفرد زور نہیں لگائے گئے۔ امرتسری اہل حدیث یا اہل حدث اور دوسرے ان کے امثال اور اخوان خدا تعالیٰ کے لیے دلیں سوچیں اگر ان کے پہلو میں کوئی حق کی گدگدی محسوس کرنے والا دل ابھی تک رہ گیا ہے کہ اُن کی اُمنگیں کیا کیا تھیں۔ اُن کا تربص اور انتظار افق کیطرف کس نظارہ کے دیکھنے کے لیے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا۔ وہ اُن گواہیوں کے ادا کرنیکے بعد [illegible] کی تتابع

آج ان کی مراد کے خلاف ظاہر ہوئے ہیں کیا کیا اُمیدیں اُنھوں نے باندھی تھیں۔ اگر عدالت خانہ سے باہر نکلے تھے۔ اور وہ بار بار غور سے دیکھیں اُن کہانتوں اور افتراؤں کی پیشگوئیوں کو جنھیں وہ بڑی جسارت اور جرأت سے اپنے اخبار میں درج کرتے رہے۔ وہ دقائق ملکی اور سرد و گرم زمانہ کی معرفت کے مدعی اخبار وطن اخبار یا پیسہ اخبار اور اُسکے دل و دماغ سے مناسبت رکھنے والے جنھوں نے درمیانی واقعات کو بڑے فخر اور ناز سے شائع کیا اور ان چشم زخموں کو جن کا پہنچنا ابتداءِ میں خدا تعالیٰ کی مستمرہ سنت کے مطابق اہل اللہ کو ضروری ہوا ہے کامل وثوق اور یقین سے ایک پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا اور دعوے کیا کہ اب سلسلہ احمدیہ کا خاتمہ ہے۔ وہ سجادہ نشین مولوی وہ گدی نشین فقرا۔ وہ علمی کی جماعت کہلانے والے اور معرفت کا دم بھرنے والے نقشبندی چشتی۔ قادری اور ان کے بھائی خدا تعالیٰ کے لیے غور کریں کہ وہ اپنے دعوؤں میں کیا کہتے تھے وہ خود کیا چاہتے تھے۔ کس نتیجہ کا انتظار کرتے تھے اور اپنے مریدوں کو کس چیز کی توقع دلاتے تھے۔ افسوس اِن بد سراؤں اور بیہودہ دراؤں کی باتیں زبانی آئیں اور باد ہوا باتیں ہوئیں کاش ان کے دعوے لکھے ہوئے اور لکھکر شائع کیے ہوئے ہوتے جو آج اُن کے سیاہ چہروں اور مجذومانہ چہروں کو آئینہ بنکر انھیں دکھاتے مگر ان خدا سے مہجور و دور بزدلوں کو یہ قدرت اور توفیق کبھی ملی نہیں جو اپنے مُنہ کی کسی یاوہ گوئی کو شائع بھی کرتے۔ یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات تھی جو راہ میں آپڑی۔ غرض وہ سب لوگ کسی طبقہ اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں جو خدا تعالیٰ کے مسیح موعود کے استیصال کے درپے اور چشم براہ تھے سوچیں اور پھر بتائیں کہ آج اُن کی دعاؤں۔ اُن کی تدبیروں۔ اُن کی متفقہ کوششوں اور ان کے ہر قسم کے مکائد حیل کے مخالف ایک بات واقع ہوئی ہے یا نہیں۔ اور کیوں ہوئی ہے۔ کیا ایک مرد خدا نے خدا تعالیٰ کی زبان سے تمھیں برسوں پہلے اسی طرح پکار کر نہیں کہا تھا **فکیدونی جمیعًا ثم لا تنظرون**۔ (براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں کئی رنگ میں یہ دعویٰ درج ہے) جسطرح خدا تعالیٰ کی زبان سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء نے اپنے مخالفوں کو کہا۔ پھر کیا اس تحدی کے بعد تم چپ رہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے (کاش تمھارے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوتے اور تم

خدا سے جنگ کرنیوالے نہ ٹھہرائے جاتے) یا کیا تم سارے زور نہیں لگائے اور اپنی کمانوں کے ترکش تیر خالی نہیں کیے۔ اور کیا یہ کوششیں تم نے اسلئے اور اس اُمید سے کی تھیں کہ انجام کار نامرادی کا بدنما داغ تمھاری لمبی ناکوں پر لگے اور بول و براز کی چھینٹیں تمھارے جبہ و دستار پر پڑیں اور کیا یہ کارروائیاں تم نے خدا سے قوت پاکر اور اُسکی نصرت کے بھروسہ پر کی تھیں یا اپنے جذبات اور نفسانیت کے جوشوں کے زور آور دھکے کے نیچے آکر کی تھیں۔ پھر تمھاری اُمیدوں اور قوتوں کے خلاف کیوں ظہور میں آیا۔ اور تمھارا حریف مقابل اُن دعووں کے مطابق جو قبل از وقت کیے گئے تھے آخر کار کیوں غالب ہوا۔

نادانوں نے اُس بکری کیطرح اپنے کُھر سے چھری کھود کر ذابح کے ہاتھ دی جبکہ مرد خدا کے استیصال کے لیے کمریں باندھیں۔ اور خود اپنی کارروائیوں سے اُسکے سلسلہ کو خدا کیطرف سے ثابت کرنے والے ٹھہر گئے اور اپنے پاؤں سے چلکر اُس خندق میں گرے اور کٹ کر گرے جس میں اُن کے پہلے باپ دادا احزاب کی لڑائی میں گرکر تھے۔ لڑائی ہنوز جاری تھی۔ اور دعویٰ کرنے والے کی پر تحدی پیشگوئیاں نقارہ بجا رہی تھیں ایک دانشمند کے لیے کافی موقعہ تھا کہ کم سے کم انجام تک زبان و قلم کو تھامے رکھتا مگر ناعاقبت اندیشوں نے درمیانی چشم زخم کو جو سنۃ اللہ کے مطابق حزب اللہ کا خاصہ اور اُن کا ایک مابہ الامتیاز ہوتا ہے آخری زخم سمجھا اور بہائم کی طرح اُچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ حالانکہ کتاب اللہ نے انھیں تعلیم دی تھی کہ **العاقبۃ للمتقین** یعنی پہلی فتح باطل پرستوں کی اور انجام کار راست بازوں کا ہوتا ہے۔

غرض ہماری خوشی اسوقت پاک خوشی اور خدا تعالیٰ کی معرفت بڑھانے والی خوشی ہے عادتاً لوگ بھی خوش ہوا کرتے ہیں۔ مقدمات کے جیتنے پر کیسی کیسی خوشیاں مناتے ہیں مگر اس خوشی کا نتیجہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے من اور احسانات کے بوجھ کے نیچے ہماری گردنیں دبی چلی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ ہم خوش ہوئے ہیں آج خدا تعالیٰ کے منہ باتوں کے پورا ہونے پر۔ اس فتح اور نصرت کی راہ سے خدا تعالیٰ کے وجود کے نئی شان سے ثابت ہو جانے پر۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک اور کامل نبوۃ کے نئے سرے قائم اور ثابت ہو جانے پر۔ اس لئے آج اس زمانہ میں بلکہ ہمیشہ سے ایک ہی راہ ہے جس سے

خدا تعالیٰ کے زندہ اعتقاد اور مستحکم وجود کا نشان ملتا ہے وہ یہی پیشگوئیوں کا وجود اور اُن کا پورا ہونا۔

اسوقت موزوں موقعہ تھا کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو ان مقدمات کے متعلق ہوئی تھیں ایک جگہ جمع کرکے دکھائی جائیں مگر اس بھاری کام کا بیڑہ میرے لائق دوست شیخ یعقوب علی صاحب نے اٹھایا ہے۔ وہ عنقریب بڑا مبسوط آرٹیکل اسپر لکھیں گے جو مجھے یقین ہے کہ حق و باطل میں امر فارق اور خارق عادت ہوگا۔ میں نے قصداً اس سے پہلو تہی کیا ہے اسلیے کہ تجربہ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ شیخ صاحب کو خدا تعالیٰ نے مضامین نویسی کے کام کے قابل اور اہل بنایا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر قادیان میں میرے ہاتھ سے کوئی پرچہ نکلا کرتا اور پھر اُسکے بعد الحکم اسطرح شیخ یعقوب علی صاحب کے ہاتھ سے نکلتا تو میں بڑی خوشی سے اپنے پرچہ کو بند کر دیتا۔ شیخ صاحب نے تھوڑی مدت میں حیرت انگیز ترقی کی ہے خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہوا اور قوم کو توفیق اور سمجھ دے کہ ایسے بے نظیر آدمی کی قدر کریں۔ بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ سچ ہے الاناء یترشح بما فیہ۔ اس بات کے ساتھ بھی مجھے ایک دلچسپی ہے اور ایک ذوق ہے موقعہ آگیا بے اختیار نکل گئی۔

غرض آج خدا تعالیٰ نے ہماری ساری کوفتوں اور غموں کو اپنے فضل سے دور کیا اور ہمیں اپنے لطف و احسان سے اپنے وعدوں کا وارث بنایا۔ اگر پہلی عدالت میں کامیابی ہو جاتی تو یہ فوائد اور معارف حاصل نہ ہوتے جو آج حاصل ہوئے ہیں۔ یہ بات ایک تفصیل چاہتی ہے اور تفصیل کے بعد دنیا دیکھے گی کہ خدا تعالیٰ نے کیا کیا اور کیا دکھایا ہے مگر اس کے لیے اور وقت ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس فتح سے لذت لینے اور نیکی میں ترقی کرنے کی توفیق بخشے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان آیات سے یونہی گذر جائیں۔

خاکسار عبد الکریم

درخواست دعا۔ بخدمت برادران احمدی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سردار محمد الیاس صاحب رسالدار احمدی میانمیر سے درخواست کرتے ہیں کہ انکے تایا صاحب محمد اسمٰعیل صاحب احمدی مبتلا بعارضہ ورم جگر و معدہ و گردہ کے واسطے برادران دعا کریں

متفرق مضامین

ناظرین کے ساتھہ پانچ منٹ

توسیع اشاعت الحکم ۱۔ الحکم کی توسیع اشاعت کے متعلق اور صفائی بقایا کے لئے جو تجویز گذشتہ سال کی آئی اشاعت میں چھپی تہی یعنی ارادہ کیا تہا کہ کوئی سفری ایجنٹ اسی کام کے لئے روانہ کیا جاوے اسکے متعلق منشی عالم شیر صاحب ساجنٹ ایڈیٹر جو الحکم کے عاشق زار ہیں ایک مبسوط مضمون بہیجتے ہیں اسکا خلاصہ کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ دونگا۔ منشی عالم شیر ۴ جدید خریدار جو پیشگی قیمت دینے والے ہیں اور جنکی قیمت بذریعہ وی پی وصول ہو چکی ہے بہیجتے ہیں میں انکی اس قدر افزائی پر انکے لئے دعا کرتا ہوں منشی عالم شیر صاحب کوئی بہت بڑے بارسوخ آدمی نہیں لیکن اسپر بہی باوجود اپنی مالی مشکلات کے ہمیشہ الحکم کے سچے خیرخواہ اور حقیقی معاون ثابت ہوئے ہیں اگر ۵۰۰ آدمی بہی ایسے نکل آویں تو آج الحکم تین ہزار چہپ سکتا ہے۔

۲۔ ناظرین الحکم عالیجناب میر مردان علی صاحب حیدر آبادی کے نام نامی سے ناواقف نہیں وہ الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں اور بخشش بیس سالانہ چندہ پر الحکم خریدتے ہیں۔ سال گذشتہ میں انہوں نے عہ کے علاوہ صہ ڈونیشن بہی دیا تہا۔ امسال بہی اس تحریر پر کہ بعض خریداروں کے وی پی واپس آئے سخت افسوس ظاہر کرتے ہوئے الحکم کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ایک جدید خریدار بہیجتے ہیں اور فروری میں للعہ بذریعہ وی پی وصول کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔

۳۔ منشی امام الدین صاحب بنہ گراؤں سے ایک جدید خریدار کی پیشگی قیمت بہیجتے ہیں۔

۴۔ **احمدی مسافر** لاہور سے ایک جدید خریدار اپنی جیب سے دیتے ہیں۔

۵۔ جنوری کے اوّل ہفتہ میں پانچ جدید خریدار اپنی درخواست پر الحکم جاری کراتے ہیں۔

رسید زر۔ افسوس ہے کہ میں اس اشاعت میں بہی رسید زر نہیں شائع کر سکا وجہ یہ کہ خداتعالیٰ کے عظیم الشان نشان کے ظہور پر جو مضمون حضرت مخدوم الملتہ نے لکہا ہے اسکا اندراج ضروری تہا۔ اسکی لئے بعض دوسرے مضامین بہی ملتوی رہے ہیں۔

مقدمات کا انجام الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں احمدی قوم کو مبارکباد دے چکا ہوں کہ خداتعالےٰ کا جری اپنے مولیٰ کریم کے وعدوں کے موافق عزت و احترام سے بری ہوا۔

۱۔ اسپر ایک جلیل الشان مضمون آج کے الحکم میں درج ہے اور سلسلہ مضامین کا سلسلہ الحکم کی اگلی اشاعت سے انشاء اللہ العزیز آپ پڑہیں گے۔ جن میں مقدمات کے متعلق اور اس نشان کے عظیم الشان زندہ معجزہ ہونے کے متعلق خداتعالےٰ کی مدد سے عجیب عجیب پہلوؤں پر بحث ہوگی اور دو سالہ کارروائی پر پورا ہوگا۔

۲۔ عالیجناب سشن جج صاحب کا فیصلہ اور جناب خواجہ صاحب کی تقریر جلد تر شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

مبارکبادی کے خطوط اور تاریں۔ کثرت کے ساتھہ مبارکبادی کے خطوط اور تاریں اعلےٰ حضرت اور دیگر بزرگان ملت کے نام آ رہے ہیں۔ منشی محمد یوسف صاحب مردان سے لکہتے ہیں۔

نشان ایں باشد و دیگر ہزاراں
مبارک باشد و باشد مبارک
مبارکباد بر احباب ملت
بحضرت مہدی ما صد مبارک

نصرۃ الحق۔ اسلام کی ایک فارسی کتاب جو مولوی محمد فضل صاحب چنگوی نے لکہی ہے آج کے الحکم کے ساتھہ شائع ہوتی ہے اس کتاب کے چار صفحے ہر دوسرے نمبر میں شائع ہوا کریں گے ناظرین اسکو احتیاط سے جمع رکہیں۔ یہ کتاب صرف ناظرین الحکم کو ہی سر دست مل سکے گی۔

مقدمات کے انجام پر ہمارا تبصرہ۔ جو الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ شائع ہوگا ایک قابل دید مضمون ہوگا اگر کسی احمدی کی نظر سے کوئی مضمون کسی اخبار میں گذرے اسکی ایک کاپی مجہے ضرور بہیجدیں۔

انک لعلےٰ خلق عظیم اعلےٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق عظیم کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ لالہ شرمپت رائے جو قادیان آریہ سماج کے ایک معزز رکن اور حضرت حجۃ اللہ کی بہت سی پیشگوئیوں کے گواہ ہیں بیمار ہوگئے اعلےٰ حضرت باوصفیکہ آپکی طبیعت علیل تہی ۱۰۔ جنوری کو انکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ مفصل پہر۔

استفسار اور انکے جواب

(از حکیم الامتہ)

[مندرجہ ذیل سوالات ایک دہریہ نے بذریعہ خط بہیجے تہے جنکا جواب اصولی طور پر حکیم الامتہ نے دیا ہے (ایڈیٹر)]

سوالات

۱۔ انسان کا طرز زندگی دو باتوں پر منحصر ہے۔ (ا) آباؤ اجداد کا اثر۔ (ب) ملک و قوم کا اثر۔ یہ ہر دو امور انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ پہر اسکیوں نیکی پر انعام اور بدی پر سزا ہو۔

۲۔ انسان محدود ہے۔ پہر غیر محدود زمانہ اسکے واسطے کیوں منسوب کیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر انسان کو زندگی پہر دیجاویگی تو حیوانات کو کیوں نہ دیجاویگی۔ خصوصاً جب کہ وحشی انسان اور بندر میں بہت تہوڑا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

۴۔ انسان کس شکل میں قیامت کے دن اٹہے گا۔ اگر سب کی ایک ہی شکل ہوئی تو نیکی کی خواہش جاتی ہوگی۔

۵۔ انسانوں کے سے صفات خدا کیطرف کیوں منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک گستاخی ہے۔

۶۔ بچے کیوں مرجاتے ہیں۔ یہ دانائی کی بات نہیں کہ بچے مارے جائیں۔

جوابات

سوال نمبر (۱) آباؤ اجداد کا اثر۔ (ب) ملک اور قوم کا اثر۔ یہ ہر دو امور انسان کے اختیار سے باہر ہیں پہر اسکو کیوں نیکی پر انعام اور بدی پر سزا ہو۔

جواب (ا) آباؤ اجداد کا اثر اگر ایسا ہے کہ اس اثر کے بالمقابل کوئی دبانیوالی طاقت اس انسان کو نہیں دی گئی تو وہ انسان پاگل ہے اور شرعًا اسپر کوئی سزا نہیں لگ سکتی کیونکہ شریعت طاقت اور وسعت سے باہر کی باتوں پر حکومت نہیں کرتی۔ (ب) اسیطرح ملک اور قوم کے آثار بہی اگر اس درجہ تک کسی انسان میں اثر کر گئے ہیں کہ اوس تاثیر کے بالمقابل دبانیوالی طاقت کام نہیں کر سکتی تو وہ انسان بہی مجنوں ہے اور مجنوں کسی انعام یا سزا کا مستحق نہیں ہوتا اور نہ وہ شریعت کا پابند ہے کیونکہ یہ معاملہ اوس کی طاقت اور وسعت سے باہر ہے اور شریعت طاقتوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ اوس کی تفصیل یہ ہے کہ چوروں کا ایک جتہہ ملکر کسی شخص کے گھر میں نقب لگاتا اور اسکا مال و اسباب نکالکر ایک ایسے شخص کے سپرد کرتا ہے جو اوس جتہہ کا ہے اور اگر وہ شخص جسکے سپرد مال کیا گیا ہے اوسمیں سے ذرا بہی نقصان کرے تو فوراً اوسکو چور لوگ اپنے جتہہ سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کمینہ اور چور ہے اسیطرح ٹہگ بہی چند آدمی ملکر ٹہگی کرتے اور مال دنیا سے ایک ہی آدمی کے قبضہ میں آتا ہے لاکن اگر وہ شخص جس کے قبضہ میں مال آیا ہے کچھہ مال اوس میں سے دہوکہ سے لے لے۔ تو اوسکو اپنی شراکت سے الگ کر دیتے ہیں اسیطرح کنجر لوگ اپنی بہو سے زنا نہیں کراتے اسلئے کہ غیر کی لڑکی کو خراب نہیں کرنا چاہیئے پر جو شخص اون کے گہر میں اونکی اپنی لڑکی سے بدکاری کرنے کے واسطے آتا ہے وہ عورت اوس کی کیا لگتی ہے اسیطرح ہر ایک بدکار کے اندر ایک طاقت موجود ہے جو اوس کو بدکاری سے ملزم کرتی ہے اور بدی سے روکتی ہے پس ہر بدکار اپنے اندر بدی کے دبانے کی طاقت رکہتا ہے ہمارے مورث اعلےٰ لوگ بہی قوی کے مرکب تہے جو ایک دوسرے کے مقابل حدبندی قایم کر سکیں پس جب انسان اوس بدی کے دبانیوالی طاقت سے کام نہیں لیتا جو اوسکو ملی ہے یا اوس میں ہے تو وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اگر بدی کے مقابل دبانیوالی طاقت سے کام لیتا ہے تو انعام کا مستحق ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲ ۔ انسان محدود ہے پہر غیر محدود زمانہ اوسکے واسطے کیوں منسوب کیا جاتا ہے۔

جواب ۔ انسان زمانہ ماضی کی طرف تو ضرور محدود ہے مگر زمانہ مستقبل کیطرف محدود ہے یا نہیں یہ ایک مسئلہ ہے جو بحث طلب ہے ہم اسکو مستقبل کیطرف محدود نہیں مانتے اسلئے ہم اسکی لئے غیر محدود زمانہ تجویز کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۳ ۔ اگر انسان کو زندگی پہر دیجاوے تو حیوانات کو کیوں نہ دی جائیگی خصوصاً جبکہ وحشی انسان اور بندر میں بہت تہوڑا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

جواب ۔ یہ سوال تعجب انگیز ہے اسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو بہی زندگی دیجاوے گی اور بعض صورتوں میں حیوانات کو بہی۔ وحشی انسان اور بندر میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے ایک قابل ترقی اور اس لایق ہے کہ فائدہ جدیدہ حاصل کرے اور اس جدید فائدہ کی تعلیم اپنے بنی نوع کو کر سکے اور بندر میں یہ طاقت و قوت نہیں کہ جدید باتیں بنی نوع کو سکہاوے۔

سوال نمبر ۴ ۔ انسان کس شکل میں قیامت کے دن اٹہیگا اگر سبکی ایک ہی شکل ہوئی تو نیکی کی خواہش جاتی رہیگی۔

جواب ۔ ہر ایک انسان قیامت کے دن اپنی اوس شکل میں اٹہایا جائیگا جس میں کہ وہ مرنیکے وقت تہا۔

سوال نمبر ۵ ۔ انسانوں کی سی صفات خدا کیطرف کیوں منسوب کی جاتی ہیں یہ ایک گستاخی ہے۔

جواب ۔ بے ریب گستاخی ہے اور کوئی انسانی صفت خدا کیطرف ہرگز منسوب نہیں ہوتی اور ایسا کرنا گستاخی ہے اسلام میں کوئی صفت انسانی خدا کو نہیں دیگئی۔

خطبہ عید الفطر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

کہ یہیں حاضر ہوئے تھے۔ اور جنکا اقتدا کرنا چاہئے تھا۔ کہتا ہے جب اونہوں نے میرے روبرو ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا (اور لوٹ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی تقریر کی تکذیب کرنے نہ گیا) اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ متخلفین میں سے ان تین آدمی کسے کوئی کلام نکرے۔ کہتا ہے کہ لوگ ہم سے اجتناب کر گئے یا کہا کہ لوگ ہم سے متغیر ہو گئے تاکہ وہ زمین بھی مجھے اوپری معلوم دینے لگی گویا وہ زمین ہی نہ تھی۔ جس کو میں پہچانتا تھا۔ پس ہم پچاس رات اسی حال میں مبتلا رہے اون دونوں میرے یاروں نے عاجز ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھکر رونا شروع کیا۔ اور میں جوان دلیر تھا۔ بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور نماز میں حاضر ہوتا تھا مگر مجھ سے کوئی کلام نہ کرتا تھا اور میں نماز کے بعد رسول اللہ صلے اللہ صلعم کو آنکر سلام کہتا اور دیکھتا کہ سلام کے جواب میں آپ کے لب مبارک نے حرکت کی ہے کہ نہیں پھر میں رسول اللہ صلعم کے قریب کھڑا ہو کر نماز پڑھتا اور آنکھ چرا کر آپ کی طرف دیکھتا جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف نظر کرتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے جب مسلمانوں کی کڑائی مجھ پر بہت ہو گئی تو ایک دن میں ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر جو میرا چچا زاد بھائی تھا اور میری اوس سے بہت محبت تھی باغ میں گیا میں نے اوس کو اسلام علیکم کہا مگر اوس نے سلام کا جواب ندیا میں نے کہا اے ابو قتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تجھے معلوم ہے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلعم سے محبت رکھتا ہوں وہ خاموش رہا۔ اور مجھے کچھ جواب نہ دیا میں نے پھر اوسکو قسم دیکر کہا وہ خاموش ہی رہا میں نے پھر تیسری دفعہ جب قسم دیکر کہا تو اوس نے اسقدر کہا کہ اللہ اور رسول اللہ صلعم خوب جانتے ہیں یہ سنتے ہی میرے اشک جاری ہو گئے اور اسی طرح سے دیوار پر سے ہو کر وہاں سے نکل آیا میں بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک آدمی شام کے لوگوں میں سے جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے کو آئے تھے۔ کہتا پھرتا تھا کہ کوئی

مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتلا دے لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا اوس نے مجھے غسان کے حاکم کا خط دیا اور چونکہ میں لکھا پڑھا تھا۔ میں نے وہ خط پڑھا اوسمیں لکھا تھا۔ اما بعد ہم کو خبر پہونچی ہے کہ تیرے صاحب نے تجھپر ظلم کیا اور خدا تعالے نے تجھے ذلیل و ضایع نہیں کیا تو ہمارے پاس چلا آ۔ ہم تیری پرورش کریں گے خط پڑھکر میں نے دلمیں خیال کیا کہ یہ بھی ایک بلا آئی (کہ کفار کو ہماری طرف طمع ہو گئی) میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا جب اس حال کو چالیس روز ہو گئے تو ایک آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا اور مجھے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تجھے فرمایا ہے کہ تو اپنی عورت سے علیحدہ ہو جا میں نے کہا کہ آپ نے طلاق دینے کو فرمایا ہے یا کیا۔ اوس نے کہا طلاق کو نہیں فرمایا مجامعت سے منع فرمایا ہے اور دوسرے دونوں میرے یاروں کو بھی یہی کہلا بھیجا میں نے اپنی عورت کو کہا کہ جب تک خدا تعالے کی طرف سے فیصلہ کا حکم نہیں آتا تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا۔ اور ہلال بن امیہ کی عورت نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہلال بن امیہ بوڑھا ناکارہ ہے اوسکا خادم کوئی نہیں کیا آپ اوس کی خدمت کرنے سے مجھے منع فرماتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ تجھ سے مقاربت نہ کرے اوس نے عرض کی کہ خدا تعالے کی قسم ہے وہ اس کام کی لایق ہی نہیں واللہ وہ جس روز سے اس حال میں مبتلا ہوا ہے آج تک دن رات روتا ہی رہتا ہے بعضے لوگوں نے مجھے کہا کہ تو بھی اپنی عورت کی بابت رسول اللہ صلعم سے اجازت طلب کر جیسے ہلال کی عورت نے آپ سے اسکی خدمت کرنیکا اذن لیا ہے میں نے کہا اگر میں اس امر میں آپ سے عرض کروں معلوم نہیں آپ کیا جواب دیں اور میں جوان آدمی ہوں (یعنی عورت کے پاس ہوتے مجھے صبر کرنا مشکل ہے) تاکہ دس رات اور گذر گئیں اور ہمارے اسحال کو پچاس رات ہو گئی پچاسویں رات کی صبح کو میں فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھ کر اسی حالت میں بیٹھا تھا۔ جیسے خدا تعالے نے قرآن میں ہماری خبر دی ہے اور میرا دم بسبب غم کے بند ہو رہا تھا۔ اور زمین باوجود کشایش کے مجھ پر تنگ ہو رہی تھی کہ میں نے ایک آدمی کی آواز سنی کہ پہاڑ سلع پر باواز بلند کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک تجھے بشارت ہو میں سنتا ہی سجدہ میں گر پڑا اور جان گیا کہ خدا تعالے کیطرف سے کشایش آئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھتے ہی لوگوں کو ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر کر دی لوگ ہمکو بشارت

دینے ...... شروع ہو گئے اور دونوں میرے یاروں کے پاس بھی بشارت دینے والے پہونچے اور ایک گھوڑا دوڑا کر میری طرف آیا۔ اور ایک آدمی نے بنی اسلم میں سے پہاڑ پر چڑھ کر آواز کی آواز گھوڑے کی سوار سے پہلے پہونچی جب وہ شخص جس کی میں نے آواز سنی تھی۔ میرے پاس آیا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اوتار کر بشارت کے عوض میں اوسکو پہنا دئے مجھے اللہ تعالے کی قسم ہے کہ اس روز میرے پاس وہی کپڑے تھے جو دیدئے اور میں نے دو کپڑے عاریتاً لیکر پہن لئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر کے چلا راستہ میں لوگ مجھے ملتے تھے۔ اور توبہ کی قبولیت کی تہنیت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالے نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ تاکہ میں مسجد میں پہونچا وہاں لوگ رسول اللہ صلعم کے گرد مجتمع تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھکر کھڑا ہو گیا اور دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور تہنیت دی واللہ مہاجرین میں سے اوس سے سوا دوسرا میری خاطر کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ کعب طلحہ کے اس کام کو ہمیشہ یاد کیا کرتا تھا کعب کہتا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا اوسوقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمکتا تھا۔ آپ نے فرمایا تجھے بشارت ہو۔ ایک دن کی جبسے تو ماں سے پیدا ہے اوس دن سے بہتر کوئی دن تجھ پر نہیں آیا۔ میں نے گذارش کی کہ بشارت آپکی طرف سے ہے یا اللہ تعالے کی طرف سے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت ایسا روشن ہو جایا کرتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس کی حالت کو جانتے تھے میں نے آپکے سامنے بیٹھکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ میری توبہ میں سے ہے کہ میں اپنا مال صدقہ کر دوں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ کچھ مال اپنے لئے رکھ لے کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے میں نے عرض کی کہ خیبر کی غنیمت میں سے جو مجھے حصہ ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھتا ہوں میں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ تعالے نے میرے صدق کے سبب مجھے نجات دی ہے یہ بھی میری توبہ میں سے ہے کہ آیندہ کو میں اپنی زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کروں گا۔ مجھے خدا تعالے کی قسم ہے کہ جسدن سے میں نے یہ بات رسول اللہ صلعم سے عرض کی ہے اسدن سے کسی مسلمان پر اللہ تعالے نے ایسا انعام نہیں کیا جیسا صدق کے باعث مجھے انعام کیا ہے اور اوس دن سے

آجتک کبھی جھوٹ نہیں کہا اور امید ہے کہ خدا تعالے آیندہ کو بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

اب دیکھو کہ فرمانبرداری اسکا نام ہے کہ جماعت سے ایک شخص الگ کیا جاتا ہے بیوی کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اوس کے پاس نہ جاوے اور دشمن کی طرف سے دلداری اور امداد کا وعدہ ملتا ہے مگر سرمو فرق نہیں آتا۔ غرضیکہ فرمانبرداری میں اپنے آپ کو دیکھے وقت یہ ضرور دیکھلینا چاہئے کہ کسی شیطان کی بیعت تو نہیں کرتے اس لئے کثرت سے استغفار اور لاحول کرنی چاہئے۔ کہ کہیں سابقہ بدیاں اور غلطیاں ٹھوکر کا موجب نہ ہوں یہ خدا ہی کا دست قدرت ہوتا ہے جو کہ ایک نبی کا قایم مقام کسی کو بناتا ہے اونپر مشکلات آتی ہے مگر خدا بدلا دیتا ہے ان لوگوں میں التعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ دونو کمالات ہوتے ہیں خدا کے کاملہ صفات کے یہ لوگ گرویدہ ہوتے ہیں اور مخلوق کی بے ثباتی اور لاشے ہونا اون کو جتلاتا ہے کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہے اگر مزکی ہونا انسان کی اپنی طاقت کا کام ہوتا تو عقلمند اور مادی علوم کے محقق اعلے درجہ کے پارسا ہوتے مگر اوسی قسم کے لوگ گمراہ اخبث ہو کر خدا سے دور چلے جاتے ہیں اسلئے مزکی ہونے کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی آدمی جس میں کشش اور جذب کی طاقت ہو آوے اس قسم کے انسان آتے ہیں لیکن لوگوں کے اندر جو غلط کاریاں ہوتی ہیں اون سے بُعد ہو جاتا ہے اون غلط کاریوں کی ایک بڑی اصل کبر ہے جس کا ذکر اللہ تعالے نے قرآن شریف کے اول تواریخی واقعہ میں کیا ہے۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین اس سے ظاہر ہے کہ اول ہی انکار اور کبر ایک ایسی شے ہے جو فیضان الٰہی کو روک دیتی ہے طاعون کے گذشتہ دورہ میں جو الہام حضرت اقدس کو ہوا تھا اس میں بھی شرط لگی ہوئی تھی۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار۔ الا الذین علوا باالاستکبار۔ تکبر۔ تزکیہ نفس کی ضد ہے اور دونوں چیزیں ایک جا جمع نہیں ہو سکتیں۔

دوسری بات جو کہ انسانی ترقی کی سدراہ ہوتی ہے وہ اوس کا نفاق ہے کہ جب کوئی دکھ ہوتا ہے تو خدا سے لمبے چوڑے وعدے کرتا ہے۔ کہ اگر یہ دکھ مجھ سے دور ہو جاوے تو میں فلاں فلاں کام کروں گا۔ تیری عبادت کروں گا۔

صدقہ دوں گا دین کی خدمت کروں گا - وغیرہ وغیرہ - اور ایسی مواقع لوگوں کو بے روزگاری - تنگی معاش - کمی تنخواہ - اپنی اور بال بچوں کی بیماری وغیرہ میں پیش آتے ہیں لیکن جب مشکل کا پہاڑ ٹل جاتا ہے - تو سب بھول جاتے ہیں اسکا نتیجہ یہ کہ منافق ہو کر مرتے ہیں اس کا ذکر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاعقبھم نفاقًا - الیٰ - انکبار - بدعہدی یعنی نفاق یہ تین باتیں ہوئیں - چھوٹی جھوٹ کی عادت ہے جبکہ انسان کو فیض الٰہی سے محروم رکھتی ہے پس چاہئے کہ ہمیشہ اپنا اندرونہ ٹٹولتے رہو کہ ان عیبوں میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں ہے ایک طرف محرومی کے اسباب پر غور کرے دوسری طرف توبہ اور استغفار سے کام لے ورنہ یاد رکھو کہ بڑے خطرہ کا مقام ہے موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ایک قوم نکلی تھی اور موسیٰ نے اونکو الٰہی ارادوں سے اطلاع بھی دیدی تھی کہ وہ تم پر انعام کرنا چاہتا ہے اور جتلا دیا تھا کہ اگر تم حکم نہ مانو گے تو خائب و خاسر ہو گے مگر - قوم نے عذر تراشے نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال جنگل میں بھٹکتے رہے اور ترقی کی رفتار روک دی گئی اس سے ظاہر ہے کہ بعض وقت لوگوں کے اعمال ایک مورکو بھی مشکل میں ڈال لیتے ہیں اس لئے تم لوگوں کو فکر چاہئے کہ ایک شخص مامور مرسل تم میں موجود ہے تم نے اپنی برادری اور قوم اور خویش و اقارب کی پرواہ نہ کرکے اوس کے ہاتھ پر خود کو فروخت کر دیا ہے اگر تم میں وہی بلائیں اور ظلمتیں موجود ہیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ والوں میں تھیں تو تم اوس کے رستے میں روک ڈالتے اور خود فیض سے محروم رہتے ہو جو دنیا میں تو اسے قبول کرکے ناپسندیدہ بن گئے مگر اب خدا کے نزدیک تو نہ ہو -

انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ انسان کے ذاتی اخلاق ہوتے ہیں جس سے وہ واحد شخص خود اپنے نفس میں سکھ پاتا ہے اور امن و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے مثلاً اگر وہ کسی کی نعمت دیکھ کر حسد نہیں کرتا تو اوس سوزش اور جلن سے محفوظ رہتا ہے جو کہ حاسد کے دل کو ہوتی ہے اگر کوئی دوسرے کو دیتا ہے - تو یہ طمع نہیں کرتا - تو اس عذاب سے بچا رہتا ہے جو کہ طمع کرنے سے ہوتا ہے ایسے ہی جو لوگ اخلاق فاضلہ حاصل کرتے ہیں وہ حرص فراغ شہوت و غضب کے تمام دکھوں اور آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ ذاتی سکھ کے ذرائع اخلاق فاضلہ ہیں یہ بھی ایک فضل

کی قسم ہے - جو کہ انسان کو حاصل ہوتا - لیکن اس سے وہ نتائج مرتب نہیں ہوتے جو اکٹھا ہونے سے ہوتے ہیں - یاد رکھو کہ الٰہی فضل کی بہت قسمیں ہیں - اکیلے پر وہ فضل نہیں ہوتا ہے جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے اوس کی ایک مثال دنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے - تو وہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دونو نہ ملیں اور اون تمام آداب کو بجا نہ لاویں جو کہ حصول اولاد کے لئے ضروری ہیں اسی طرح ایک بھاری جماعت پر جو فضل الٰہی ہوتا ہے وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہو سکتا ایک گھر کی آسودگی اور آرام کا فضل اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو جب ہی ہوگا کہ ایسے ماما ئیں - خدمتگار - اور سونے - کھانے پینے نہانے وغیرہ کے الگ الگ کمرہ اور ہر ایک کا الگ الگ اسباب مہیا ہونے کی مقدرت ہو - ایسے ہی اگر ترقی کرتے جاؤ - تو بادشاہت اور سلطنت کے فضل کا اندازہ کرسکتے ہو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں باوجود اختلاف کے ایک عام وحدت نہ ہوگی اور ہر ایک تم میں سے دوسرے کو فائدہ پہونچانے کی کوشش میں نہ لگا رہے گا - تو تم خدا کے اس فضل عظیم کو حاصل نہ کرسکو گے جو ایک بھاری مجمع پر ہوتا ہے - و الف بین قلوبھم ط لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم - میں اسی کی طرف اشارہ ہے وحدت کی روح کو جو کہ صحابہ کرام میں پہونکی گئی تھی اوسکو خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے - اس وحدت کے پیدا ہونے کے لئے چاہئے - کہ آپس میں صبر اور تحمل اور برداشت ہو - اگر یہ نہ ہوگا - اور ذرا ذرا سی بات پر روٹھو گے تو اس کا نتیجہ آپس کی پھوٹ ہوگا - اسی وحدۃ کی بنیاد کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصّٰبرین یعنی اللہ اور اسکی رسول کی اطاعت کرو - اور اون کی اطاعت اوسی حال میں کرسکو گے جب کہ تم میں تنازع نہ ہو - اگر تنازعات ہونگے تو یاد رکھو - کہ قوت کی بجائے تم میں بزدلی پیدا ہوگی اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہوگی وہ نکل جاوے گی - یہ بات تم کو صبر اور تحمل سے حاصل ہو سکتی ہے - ان کو اپنے اندر پیدا کرو تب خدا کی نعمت تمہارے شامل حال ہوگی اور وحدت کی روح پیدا ہوگی - لیکن تم کوئی

طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو - تو صبر اور تحمل سے کام لو - اور تنازع مت کرو - اگر چشم پوشی سے باہم کام لیا جاوے تو بہت کم نوبت فساد کی آتی ہے - مجھے افسوس ہے کہ لوگ روحانی بیماریوں کے لئے تو علاج اور دوا تلاش کرتے ہیں لیکن روح کی بیماری کا فکر کسی کو بھی نہیں ہے - اس وقت مسلمانوں کی حالت کی مثال ایک جنم کے اندھے کی سی ہے کہ اوس سے اگر بینائی کی خوبی اور لذت دریافت کی جائے تو وہ اُسے جانتا ہی نہیں ہے - اور اسی لئے اوس کے آگے بینائی کی قدر بھی نہیں کیونکہ اوس نے اُس لذت کو پایا نہیں - پس اسوقت کے موجودہ مسلمان بھی اوس طاقت کی خوبی کو جو کہ قومی اتحاد اور وحدت سے پیدا ہوتی ہے نہیں پہچانتے اصلی وجہ یہ ہے - ایک سلطنت انکے ہاتھ سے جا چکی ہے اور اسی لئے انہیں اسطرف توجہ بھی نہیں - کہ دوسرے کو اپنے ماتحت کس طرح کیا کرتے ہیں - آجکل اگرچہ ریفارمیشن کی مدعی تو سینکڑوں ہیں لیکن وہ کیا ریفارمیشن کریں گے - جبکہ خود ہی بغضوں اور کینوں میں گرفتار ہیں - دعوے تو ہے مگر سمجھ نہیں بلکہ یہ خدا کے ماموروں ہی کا کام ہے - جو کر سکتا ہے -

پس اے عزیزو اور دوستو اپنی کمزوری کے رفع کے لئے کثرت سے استغفار اور لاحول کرو - اور رب کے نام سے دعائیں کرو کہ خدا تعالےٰ تمہاری ربوبیت یعنی پرورش کرے تم کو مظفر و منصور کرے تاکہ تم آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے نیک نمونہ بن سکو - وہ نہ ہو کہ خدانخواستہ لعنت اُختہا کے مصداق - اصحاب دوزخیوں کا ایک گروہ دوزخ میں داخل ہوگا تو جو اس میں اول موجود ہوں گے وہ اسے لعنت کریں گے - کہ ہم نے تو کچھ نہ کیا تم ہی کرتے) جیسے آجکل کے رافضی ہیں - اس کا بچاؤ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے - کہ سچی اتباع کرو - اپنے استنباط اور اپنے اجتہاد جس سے تم نفس کے دھوکہ میں آجاتے ہو دور کرو - آپس میں خوش معاملگی اور احسن سلوک برتو - رنج بغض حسد کینہ سے بچو - کہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق جو کہ اس نے اپنے رسل کی جماعت سے کیا ہے انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا پورا ہو کر رہے مطلق انسان کی کوشش سے کامیابیاں حاصل نہیں ہوا کرتیں کیونکہ بسا اوقات عقلی اسباب سے آگاہ نہیں ہو سکتا دیکھو ایک سال کی

جانکاہ محنت سے زمیندار خرمن جمع کرتا ہے مگر جب اتفاق کہتے ہیں - اُس سے آگ لگکر سارے کا سارا خاک ہو جاتا ہے اگر اُسے کامل علم ہوتا اور کامل اسباب حفاظت پر وہ احاطہ رکھتا - تو کیوں یہ بربادی دیکھتا - یہی حالت انسان کے اعمال کی ہے اگرچہ وہ بڑے بڑے اعمال کرتا ہے لیکن ایک مخفی گند اندر ہوتا ہے جس سے وہ تمام برباد ہو جاتے ہیں - اوس کا علاج وہی ہے - جو کہ ذکر کیا - کہ دعا اور استغفار اور لاحول سے کام لو پاک لوگوں کی صحبت میں رہو اپنی اصلاح کی فکر میں مضطر کی طرح لگے ہو - کہ مضطر ہونے پر خدا رحم کرتا ہے - اور دعا کو قبول کرتا ہے دوسرے کی تحقیر ہرگز مت کرو - کہ اس سے خدا بہت ناراض ہوتا ہے - اور دوسرے کو حقیر جاننے والے لوگ نہیں مرتے جب تک کہ اُس گند میں خود نہ مبتلا ہوں - جس کی وجہ سے دوسرے کو حقیر جانتے ہیں -

اس تقریر کے بعد حضرت حکیم الامتہ بیٹھ گئے اور پھر کھڑے ہو کر خطبہ کی تکمیل اس طرح سے کی -

آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گذر گیا ہے - یہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ایام تھے جب کہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا - اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقرر فرمائی - راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدقہ اس مہینہ کی برکات میں سے ہیں - آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے - دو ٹک گیہوں کے یا چار جو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے - اور جنکو خدا نے زیادہ موقع دیا ہے - وہ زیادہ دیویں - اس جگہ مختلف ضرورتیں ہیں کہ جن کے لئے لوگوں کے خیرات کے روپیہ کی ضرورت ہے - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہوتا تھا اور پھر آپ اوسے مختلف مدّوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے - ایک یہاں مدرسہ ہے - اور اس وقت اسے بڑی ضرورت امداد کی ہے مہمانوں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں بعض وقت دیکھا گیا ہے کہ ان بیچاروں کا سفر خرچ گم ہو گیا کے باعث بالکل مصلوب الکلی سے جانا نہ ہوا مثلاً کسی نے چرا لیا یا گر گیا - وغیرہ - پھر غور کرو

کہ سا فرتا اور اتنی بیت میں کسقدر تکلیف ہوتی ہے ویسے ہی ایک گردہ مساکین کا رہتا ہے۔ تو ان سب کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے۔

یہاں رہنے والے تین طرح کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو حصول ایمان کے لئے آتے ہیں اور ایک متواتر تجربہ سے علم ہو گیا ہے۔ کہ ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خبر گیری کرتا ہے بعض لوگ ملازم ہیں ان کا دن کی معاش کی سبیل قائم ہے اور ایک گروہ وہ ہے جبکہ صرف دین کی وجہ سے یہاں مگر ابھی ضرورتوں کو رفع نہیں کر سکتا۔ اس پر ذرا بار ہے کہ تم میں سے ایک جماعت قائم ہو جو ان سب کی خبر گیری کیا کرے اور اس قسم کے صدقات اور خیرات کے روپیوں کو مناسب مقام پر تقسیم کر دیا کرے۔ بعض طالب علم مدرسہ کے اور بعض بیمار سے باہر بھی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے خبر گیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اگر جماعت قائم ہو تو وہ اس کی بھی خبر رکھ سکتی ہے انسانی ہمدردی اور باہمی تعاون کے بہت برکات اور فضائل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔

میں چونکہ یہاں رہتا ہوں اور ہمیشہ رہتا ہوں۔ اس لئے مجھے ان ضرورتوں کا علم ہے اور میری نسبت دوسروں کو کم ہے۔ خدا ہی ان کا سرانجام دینے والا اور مجھے بھی وہی دیکھنے والا ہے ایسے امور کے لئے آپ ہی کریں۔ اور دوسرے ہماری طرف تک بھی پہنچا دیویں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کوئی فوجی کمانیر تھا۔ کوئی کاتب تھا۔ کوئی قرآن پڑھانے والا تھا کوئی اخیرہ کی بہتری کی فکر کرنے والا تھا۔ کوئی بادشاہوں کے پاس خطوط پہونچاتا تھا۔ کوئی نیک تحریکیں کرنے والا تھا۔ ایسے ہی اگر مختلف مدیں مختلف لوگوں کے سپرد ہوں اور ایک کمیٹی قائم ہو کر ان سب امور کی ترتیب کیا کرے تو امید ہے کہ بہت اچھا انتظام ہو جاوے خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل درآمد کی توفیق عطا فرماوے۔

اس کے بعد حکیم صاحب موصوف نے حضرۃ اقدس علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ حضور دعا فرماویں کہ ہم سب کو نیکی اور عمل درآمد کی توفیق عطا ہو۔ حضور کا مجھکو لوگوں کو تو سناتا ہوں کہیں خود ہی اس پر عمل درآمد سے نہ رہ جاؤں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ فقط۔

مسئلہ تحقیقات عزاداری حسین

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

... شدہ انسانی او گریستن ودیعت کردہ اند پس اگر نبی الکریم از برائے اولاد و اعزہ خود در مصائب ایشان متألم و متأثر شود چہ عجب وارد ... گریستن چنداں سخن است و بحث ما بر امورات واقعیہ است نہ بر قیاسات پس لازم است کہ این سوالات را کہ در آخر گذشت جواب معقول داده شود (۱) آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم در وقت مصائب مثلاً بر مردن فرزند خود ابراہیم یا بر مردن عم خود حمزہ و ابوطالب یا بر وفات و مصائب دیگر اعزہ و اقارب خویش عالم باین آیہ شریفہ بود یا نہ و ازین وحی الٰہی کہ خود ش از طرف خدا الہام شدہ بود خبر داشت یا نہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع الخ فاذا ... ہم المہتدون الی آخر تمام آیہ را تلاوت کنی (پ ۲ س البقر) جواب ہمہ اہل اسلام ہمین خواہد بود کہ باضرور صاحب الوحی ازین آیہ خبر داشت و عامل ہم بود و العیاذ باللہ نمی شود کہ نبی اللہ خود ش بر نازل بہ عامل نباشد و است را امر بصبر فرماید فعل نبی از برائے است نمونہ عمل باشد و است از افعال مقتدا سبق حاصل مے کنند بلکہ مدار اکثر عمل صحابہ و اہلبیت بر افعال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بود و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم را ہمچنانکہ می دیدند ہمان طرز در افعال خویش اختیار کردند و اکثر اوقات حاجت بوان نمی افتاد۔ ازہمین جاست کہ افعال نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را محدثین در احادیث جمع کردہ اند و قول و فعل نبی را حدیث نام نہادہ اند۔ پس اگر رسول اکرم صلعم از برائے اولادش یا بالفرض بقول شخصے (قبل از مرگ واویلا) از برائے امام حسین کردہ باشد امتش از چنین نظر چہ سبق حاصل خواہند کرد لا واللہ این نمی شود و ہرگز ہمانند نیست بلکہ از الفاظ نبی کریم یا معلوم مے شود کہ در مرگ ابراہیم فرمودند اے ابراہیم دلہا از برائے تو محزون اند مگر چیزے از زبان نمی کشیم کہ موجب سخط و عدم رضائے الٰہی باشد و این تقریر بغایت صبر و شکر دلالت دارد پس این ہمہ احادیث کہ مولوی صاحب ذکر کردہ اند قطع نظر از تعارضات و تخالف کہ با خود دارند معارض کتاب اللہ ہستند و قابل ترک والترد اند چہ این اصول را خود مولوی صاحب قرار دادہ اند چنانکہ گذشت چون رسول اکبر را این قدر احتیاط منظور باشد کہ الفاظ ہم از زبان باید نکشد پس کے روا دارد کہ است او بر سر در وازند

سینہ را کبود کنند حلقہ ہائے بستہ زنجیر بزنند شور و واد بلا آغاز نہند۔

آیا ہمچنین تعزیہ داری کہ در تشیع مروج است خواہ در معنی اللغوی یعنے بصبر فرمودن مصیبت زدہ را یا بصورت مصیبت زدگان بر سند حسب نشستن یا مصائب خوانی کردن در ہر سہ قسم معنی تعزیہ کہ مولوی صاحب در رسالہ خود تشریح فرمودہ اند (ص۳۵) در عہد رسالتمآب صلعم نظیر دارد باین معنے کہ رسول اکرم صلعم یا بر مردن فرزندش ابراہیم یا بر مردن عمش حضرت حمزہ یا بر مردن زوجہ اش خدیجۃ الکبریٰ یا بر مردن دیگر اعزہ و اقاربش غیر زینہا کسے ہمچنین تعزیہ و سر سلامتی گفتہ باشد یا بنا نہادہ باشد چنانچہ اہل تشیع بر پا مے کنند یا خود رسول اکرم صلعم احیا عزاداری سال بسال از برائے اعزہ و اقارب مرحوم خود بنا کردہ باشد و در ایام مخصوص مثلاً روزے کہ پسرش ابراہیم یا عمش حضرت حمزہ وفات یافتہ بودند در سال آیندہ باز ہمان روز بیادگار پسر و عم خود عزاداری قائم کردہ باشد و مردمان مجتمع گشتہ نوحہ و گریہ کردہ باشند رسول مختار را تعزیہ گفتہ باشند یعنے امر بصبر کردہ باشند یا رسول عزیز بصورت مصیبت زدگان بر سند مصیبت نشستہ باشد یا مصائب و مراثی پسر و عم خود خواندہ باشد و مردمان کردہ باشند خود شان ہم گریہ کردہ باشند علی ہذا القیاس تا مدت العمر ہمچنین عزاداری استمرار داشتہ تا جہان فانی را پدرود کرد و پس ثابت کنید از فعل رسول ہمچنین تعزیہ داری و شبیہ سازی را اگر ہستید از صادقین ورنہ عمل شما مطابق سنت و تابع فعل رسول نیست بر رسم و رواج محتوی مے شود و البتہ چون در رسومات اقوام غیر نظر مے کنیم او و ہمچو رسولی اہل ہنود مشابہت تامہ دارد اگر دل و دماغ را از آلایش تعصب فارغ کنی و بنظر حقیقت تامل کنی (والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا) یعنے مطلب ... برسی۔

از وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحضرت زہرا و علی مرتضےٰ خیلے صدمہ رسید حتی بقول امامیہ از گریہ حضرت زہرا مردم مدینہ تنگ آمدہ شکایت بحضرت امیر کردند پس از اہل تشیع کسے ہرشید ہست کہ عزاداری و تعزیہ داری رسول ثابت کند باین معنے کہ حضرت زہرا و علی مرتضےٰ سال بسال احیار تعزیہ داری میکردند مراثی مے خواندند مرد و زن مدینہ جمع شدہ نعرہ ہائے وا رسولاہ وا نبیاہ وا محمداہ مے زدند سینہ زنی کردند عمامہ و جبہ رسول را از برائے مردم برائے زیارت دگر یہ کردن مے کشیدند دلدل و ناقہ رسول را بر در مسجد و سباز و سامان مرصع آراستہ مے کشیدند مردم گرد ش جمع گشتہ سینہ زنی

میکردند از عراق و سامان دلدل بر گرد مے جستند کسے بپایش و کسے بر دمش بوسہ ہا مے داد آخر اے مردم نادان و احمق چون فعل شما ہمراہ نقل و شبیہ فرشتے نیست باز در آن وقتیکہ عمامہ و جبہ و نعلین و دلدل اصلے بلکہ ہمہ لباس ہائے مبارک آنحضرت صلعم موجود بود کسے از اہلبیت و صحابہ بالباس ہائے یا دلدل و نعلین اصلے آنحضرت صلعم این کار ہا نکرد ہمچنانکہ شما مومنین مغیہ با نقل و شبیہ فرس حسین مے کنید پس حیف است بر تعقل شما صورت دوم حسنین علیہم السلام کہ وارث رسول مختار بودند از افعال ایشان ثابت کنید کہ مثلاً ایشان تعزیہ داری رسول اللہ صلعم جد خود سال بسال کردہ باشند یا از افعال دیگر آئمہ ثابت کنید کہ ایشان احیار رسم تعزیہ داری رسول یا امام حسین کردہ باشند القصہ اگر بقول علامہ فہامہ لاہوری کہ تاج الشیعہ سرکار شریعت مدار حجت الاسلام ہند و سندہ و پنجاب اند بقار تعزیہ داری حسین در دافع عالم تا قیامت شوکت اسلام و شان فطرت رسول را زیادہ مے کند بقار تعزیہ داری خود رسول و شبیہ سازی لباس ہائے رسول بدرجہ اولیٰ شوکت اسلام و اسلامیان و نیز شوکت آنحضرت صلعم را مے افزاید زیراکہ در تعزیہ داری حسین یک فرقہ اہل اسلام کہ تشیع باشد شامل مے شوند و در احیار تعزیہ داری رسول ہفتاد و سہ فرقہ ملت رسول شامل خواہند شد و بمقابلہ تمامی اہل اسلام اہل تشیع مثل نمک در آرد بحساب اند و کسانیکہ بقول امامیہ در تمام عمر بحالت خوف و تقیہ* بسر بردہ باشند در آرزوئے حصول خلافت منصوصہ با وجود جد و جہد بسیار ناکام از دنیا رفتہ باشند در عرصہ یکہزار و دو صد سال شاخ امید شان بار آور نشد چہ باشد بلکہ امام شان از خوف اعدا رگہا ہے در مغاک سر من رائے و گاہے در جزیرہ خضرا پنہان شدند چنین فرقہ بہ امید شوکت اسلام کردہ آید چون خود ش ہمراہ اسلامیان و رنگ است و پیشوا اسلامیان را بسبب و شتم یاد میکنند سابقون

*(۹) دین لمن تقیۃ لہ - التقیۃ فی کل شیٔ حاعلے وجہ ۲ الارض شیٔ احب الی من التقیۃ - ہمہ انبیا و اولیا مامور بہ تقیہ بودند (اصول کافی باب التقیۃ) مے گویند وقتے مولوی محمد اسمٰعیل شہید از مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنؤ دریافت کردہ بود کہ در تقیہ و نفاق چہ فرق است معلوم نیست چہ جواب دادہ باشد۔ مؤلف۔

انجیل کا معقول اندازہ

مسٹر سی جی ماسٹر صاحب ایم اے کے انگریزی لیکچر کا ترجمہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور جب وہ لوگ جو عیسائی کہلاتے ہیں (انگریزی لفظ) یعنی بت پرستی کا خیال کرتے ہیں - اسپر اصطلاح اون باتوں اور خیالات پر عاید ہوتی ہے جو مذہب عیسوی کے دائرہ کے باہر ہے - خواہ اون میں کتنی ہی نیکی اور بہلائی کیوں نہ ہو) تو انہیں خدا کا ضرور شکر گذار ہونا چاہئیے کہ اوس نے اپنی علمی مرضی الہام کی شکل میں ظاہر کی ہے جسے وہ بہوگ رہے ہیں - مگر ساتھہ ہی انہیں حضرت مسیح جیسی مہربان طبیعت بہی پیدا کرنی چاہئیے کہ اپنے آپ کو اون لوگوں میں شمار کر سکیں - جو بقول مشہور شاعر لانگ فیلو انگلش تروتازہ اور پاک دل رکھتے ہیں - جنہیں خدا اور قدرت پر پورا یقین ہے جو یہ مانتے ہیں کہ تمام زمانوں میں ہر ایک انسان انسانی دل رکہتا رہا ہے - اور وحشی تک کے دل میں بہی نیکی کے لئے بیقراری اور خواہش موجود اگرچہ وہ اسے سمجھہ نہیں سکتا اور نیز یہ بہی یقین رکہنا چاہئیے کہ کمزور بے کس ہاتہہ بہی اندھیرے میں ٹٹولتے ٹٹولتے خدا کے دائیں ہاتہہ کو پکڑ لیتے ہیں اور اسی طرح پر وہ اوپر اٹھتے اور سہارا پاتے ہیں

(۲) انجیل ایک کتاب نہیں بلکہ بہت کتابوں کا مجموعہ ہے

انگریزی لفظ بائیبل کی ابتدا اور استخراج سے صاف طور پر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل ایک کتاب نہیں بلکہ اوس میں بہت سی کتابیں شامل ہیں یعنی یہ بہت سی تصنیفات کا مجموعہ ہے جنہیں تاریخی وجوہات پر اور آسانی کی غرض سے ہم آج ایک کتاب کی شکل میں پاتے ہیں ان کتابوں کے بارے میں جو ایک بڑی بہاری کتاب کا جزو سمجھا جاتا ہے جب مسیح کے الفاظ کی اتنی ہی عزت ہوتی ہے جتنی کہ پال یعنی پولوس کے کلام کی اور جب حضرت سلیمان کے راگوں کو تمبر کے خط کے برابر درجہ دیا جاتا ہے تو وقت مقام - لیاقت اور حیثیت کے وسیع فرق کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے - انجیل کو بجائے کتاب خیال کرنے کے کتب خانہ سمجھنا چاہئیے اسوقت موجود شکل میں ۶۶ کتابوں سے کم نہیں ہیں - اور انہیں سے بہت سی کتابیں ایسی ہیں جنہیں ایسے اشخاص نے لکھا ہے جنکی لیاقت علمی - روحانیت - زمانہ پیدائش - جائے رہائش اور حالات میں بہت فرق تہا - عموماً مورخین ایک دوسرے سے ناواقف تہے - اور ہمیں اون مقامی حالات کو بہی ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے جنہوں نے ہمیشہ مذہبی خیالات کے اظہار پر رنگ چڑہایا ہے اور جن سے عیسائی مذہب نے ہمارے ملک میں موجودہ زبردست صورتیں اختیار کی ہیں - یعنی انگلستان میں (ای مکاہین) سکاٹلینڈ میں پریسبائی ٹیرین اور آئرلینڈ میں رومن کیتھولک فرقے بہت سی کتابوں کے مصنف ہی معلوم نہیں اگر بعض کے ہیں بہی تو مشتبہ ہیں - اور اون کی تحریر کے وقت کا ٹہیک پتہ نہیں لگ سکتا ہے اور اسبات کی بہت سی شہادت موجود ہے کہ بہت سی کتابیں مثلاً پورانے عہدنامے میں (انگریزی لفظ) اور نئے میں (انگریزی) اب اوس شکل میں نہیں ہیں جس میں کہ وہ پہلے لکھے گئے تہے - اگرچہ یہ تمام مختلف کتابیں نجات کے اوس الہام شدہ طریقہ کا جو خدا نے انسان کے لئے مقرر کیا ہے لاحظا اظہار ہوتیں تو انسان کو کم از کم اون کی تصنیف کی تاریخ اور مصنفان کے نام سے تو واقفیت ضرور ہوتی - لیکن واقعات ان قدرتی ضرورت سے کہیں دور ہیں -

پورانا عہدنامہ پنٹے ٹوچ اور یشوع میں ہم کم از کم تین مورخوں کا ہاتہہ دیکھتے ہیں جو زمانہ اور روحانیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت مختلف تہے - اور یہہ پتہ لگتا ہے کہ مسیح سے ۴۴۴ برس پہلے عزرا نے بک آف لاز کو (کتاب شرع) تالیف کیا اور ترتیب دی اور وہ کچھہ ایک ایسی شکل میں تہی جیسے کہ جب انجیل کی ابتدا ہوئی تہی ایک ہی واقعات کی نسبت مختلف بیانات پائے جاتے ہیں مثلاً پیدائش اور طوفان وغیرہ - مگر اب اسقدر عرصہ کے بعد بہی دودہ کو پانی سے علیحدہ کرنا اور اون کا الگ الگ پتہ لگانا کچھہ مشکل بات نہیں ہے - اس چہوٹی سی دلیل کو مان کر پہر ہمیں ان مغالطوں اور متضاد باتوں کا جواب ملجاتا ہے جو یہودی تواریخ کے بیانات میں ملتے ہیں - ہر ایک مورخ نے جسطرح سنا یا اوس کے خیال میں آیا واقعات کو بیان کر دیا اور مرتب کنندہ نے جب ان کہانیوں کو آپس میں جوڑا تو اوسے یہ خیال ہی نہیں آیا کہ اون کے مختلف پہلوؤں میں میل یعنی اتحاد نہیں ہے یا یہ جرأت ہی نہیں ہوئی کہ اوس واقفیت کو جو روایتاً اوس کے پاس پہونچی ہے نظر انداز کر دیں -

ردت - استر - دانیال یونہ کی کتابوں میں یہودی ناول نویسوں کی جولانی طبع کے نمونے ملتے ہیں ان میں سے ایک بہی تواریخ نہیں سمجھی جا سکتی بلکہ ہر ایک میں محض ایک ایسی کہانی ہے جس سے کچھہ معنی خیز نتیجہ نکلتا ہے اور جن لوگوں کے لئے یہ کتابیں لکہی گئیں تہیں انہیں صاف معلوم تہا کہ صرف کہانیاں ہیں اور تواریخی صحت کا انہیں دعویٰ نہیں - یہہ دیکھکر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ لکیر کے فقیر اسبات پر اسرار کرتے ہیں کہ یہہ حالات اصلی واقعات کا اظہار ہیں اور خفا ہوکر یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعات سچی تواریخ نہیں تو وہ غلط ہیں - کسقدر ایسی لوگ ہیں جو باوجود ایسے صاف واقعات کے پھر بہی انجیل کے معنے اور مطلب کو نہیں بلکہ اوس کے لفظوں کو مانتے ہیں -

قاضیوں - سموئیل - اور سلاطین کی کتابوں میں ابرانی لوگوں کی تواریخ ہے - مگر درحقیقت درست واقعات میں قصہ کہانیوں اور روایتوں کی آمیزش ہے - غالباً یہ کتابیں بیبلوں کے قید کے زمانہ میں تحریر ہوئیں اور ان میں پرانی کتابوں سے بہی حالات لئے گئے ہیں - تواریخ کی کتابیں مسیح سے ۲۵۰ برس پیشتر تک تحریر نہیں ہوئیں - اور ان میں یہودی لوگوں کی تواریخ کو پادریوں کی طرح ایک عمدہ پیرایہ میں دکہلانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہ پہلے زمانہ کے اور زیادہ قابل اعتبار مورخوں کے بیانات کی نسبت کم صداقت پر مبنی ہے یہ کتاب بالکل تواریخی بنا پر نہیں لکہی گئی ہے اور بہت سے واقعات کا بیان جو سموئیل اور سلاطین میں درج ہو چکے ہیں - بالکل اعتبار کے قابل نہیں ہے ہر ایک حالت میں وہ قدیم تواریخ کے صاف برخلاف جاتی ہیں ایوب کی کتاب میں ہمیں گویا دنیا میں سب سے بڑھ کر ناٹک کے پیرایہ میں نظم ملتی ہے مورخ نے انسانی دکہہ اور ظاہرا بے انصافی کو خدا کی نیکی کے ساتھہ ملانے کی کوشش کی ہے لیکن افسوس کہ وہ اس کام کو خاطر خواہ نباہ نہیں سکا معلوم ہوتا ہے کہ مورخ خود تو دائمی زندگی کا معتقد ہے لیکن اوروں کے لئے کچھہ امید نہیں دلاتا -

اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورخ فلکی مزاج یعنی منکر ہے - لیکن واعظ کی کتاب کا مصنف تو اس رنگ میں خوب رنگا ہوا معلوم ہوتا ہے - وہ یہ خیال کرتا ہے کہ زندگی بسر کرنے کے قابل ہی نہیں کیونکہ اوس کے نزدیک دنیا کی تمام چیزیں بالکل بے بنیاد اور ناپائدار ہیں - وہ ہر چیز کی سیاہ طرف کو ہی دیکھتا ہے اور اسے ہمیشہ کی زندگی کی کچھہ امید نہیں - سو وہ یہہ خیال کرتا ہے کہ علم ہمارے دکہہ کا ذریعہ ہے وہ کام میں کسی قسم کی سعادت اور خوشی نہیں سمجھتا - وہ نوجوانوں کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ زیادہ لکھنے پڑہنے سے جسم تہک جاتا ہے - اور نیز یہ افسوسناک کلمات بہی اوس کی زبان سے نکلے ہیں کہ حد سے زیادہ نیک اور دانا بہی نہ بننا چاہئیے - اور اپنے آپ کو تباہ نہ کرنا چاہئیے اور آخر میں تمام اپنی نصیحتوں کا لب لباب یہ بتاتا ہے کہ ہمیں خدا سے ڈرنا چاہئیے اور اوس کے احکام کو ماننا چاہئیے ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارا امتحان لے لے - ایسے شخص کا نظارہ تو فرشتوں تک کو رولانے کے لئے کافی ہے - یہ اوس کی بیچ روروح کی کیسی ہو بہو تصویر ہے - اور ہمارے اپنے تجربہ میں جو بعض لوگ آئے ہیں وہ اون سے ملتا جلتا ہے - اوس کے ذریعہ ہمیں یہودی چال چلن اور تواریخ کے دوسرے پہلو کا اچھی طرح پتہ لگ سکتا ہے - جسکا معلوم نہ ہونا سخت نقصان کا باعث ہوتا -

زبور کی کتاب میں اون بھجنوں اور راگوں کا مجموعہ ہے جو اور کہیں تواریخ میں نہیں ملتے - اس میں کچھہ شک نہیں کہ بعض جگہ ذاتی دشمنوں کو برا بہلا کہکر اور شرمناک گالیاں سنا کر اوسکی خوبصورتی کو کچھہ ایک خراب کر دیا ہے لیکن تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک ایسی قوم کے روحانی بہاؤں کا اظہار ہے جو اسوجہ سے اعلےٰ رہی ہے کہ وہ اس صداقت کو پورے طور پر جانتی ہے کہ خدا ایک ہے اور ہم سب اوس کے ساتھہ گہرا روحانی تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمارا نگہبان ہے وہ لوگ جو یہ مانتے ہیں کہ داؤد نے یہ زبور لکھیں ہیں سخت غلطی پر ہیں - روح کے لحاظ سے وہ اتنا پاک ہی نہیں تہا کہ ایسے زبور لکھہ سکتا جس سے لکھنے والے کی اندرونی پاکیزگی